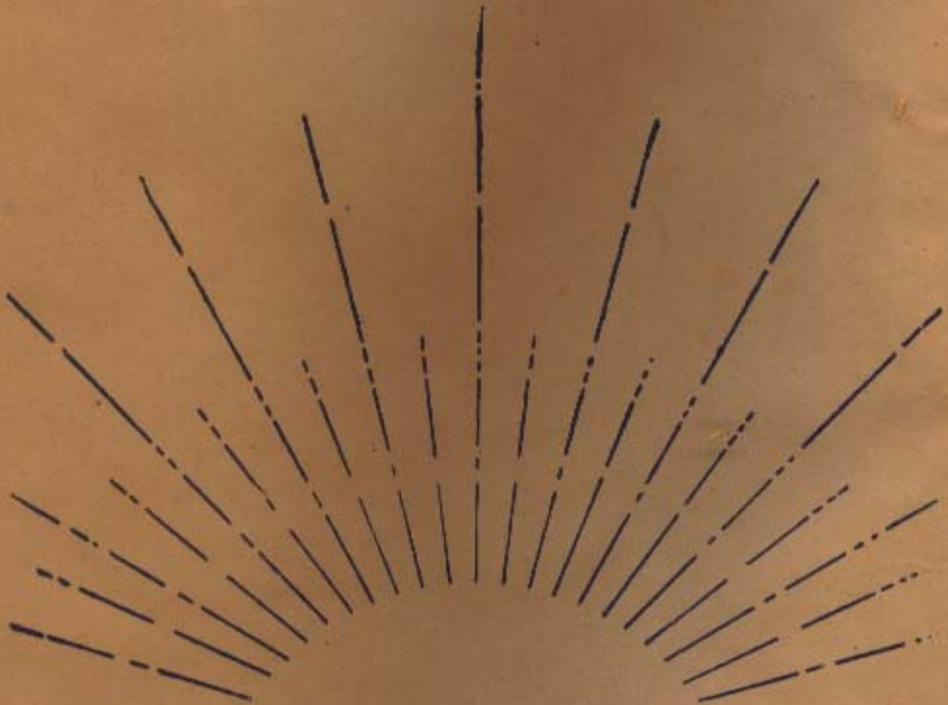


۵۹

# ماہنامہ بنگلی دیوبند



Islamic News Paper Agency,  
CLOTH BAZAR. RAICHUR.  
(C. RLY.)

ایڈیٹر۔ عام عثمانی (فاضل دیوبند)

آٹھ آنے

ہر انگریزی مہینے کے پہلے ہفتے میں بسم اللہ الرحمن الرحیم سالانہ قیمت چھ روپے فی پرچہ آٹھ آنے

غیر مالک سے سالانہ قیمت ۱۵ اشٹنگ  
بشکل پوسٹل آرڈر



شائع ہوتا ہے



فہرست مضامین مطابق ماہ جنوری ۱۹۵۹ء

۶	عالم عثمانی	۱	آغاز سخن
۱۹	شمس نوید عثمانی	۲	تفہیم الحدیث (آغاز بخاری کی تفہیم)
۲۶	اقباس	۳	کیا ہم مسلمان ہیں
۳۱	ملا ابن العربی مکی	۴	رہداد ادارہ اہل سنت و جماعت
۳۵	عالم عثمانی	۵	مسجد سے پچانے تک
۴۷	بیگم عظیم زبیری	۶	کھرے کھوٹے
۵۸		۷	باب الصحت

اشد ضروری

اگر اس دائرے میں شرح نشان ہے تو سمجھ لیجئے کہ اس پرچہ پر آپ کی خریداری ختم ہے یا تو سنی آرڈر سے سالانہ قیمت چھ روپے یا وہی پی کی اجازت دیں۔ اگر آئندہ خریداری جاری نہ رکھنی ہو تب بھی اطلاع دیں۔ خاموشی کی صورت میں اگلا پرچہ وہی پی سے بھیجا جائیگا جسے وصول کرنا آپ کا اخلاقی فرض ہوگا وہی پی چھ روپے باٹھنٹے پیسے کا ہوگا سنی آرڈر بھی کرا آپ وہی پی خرچ سے بچ سکتے ہیں۔

پاکستانی حضرات:- ہمارے پاکستانی پتہ پر چندہ بھیج کر رسید مئی آرڈر ہمیں بھیج دیں رسالہ جاری ہو جائے گا۔



پاکستان کا پتہ:- جناب شیخ سلیم اللہ صاحب  
عکابی - ۵/۲۰ ناظم آباد کراچی (پاکستان)

توسیل زرد اور خط و کتابت کا پتہ  
دفتر تخلی دیوبند ضلع سہارنپور (دیوبند)

عالم عثمانی پرنٹنگ پریس نے "کوہ نور" پریس دہلی سے چھپوا کر اپنے دفتر تخلی دیوبند سے شائع کیا۔

نی ادارہ سہارنپور میں چھپا کر آئی آر ڈر کرنا ہوتا ہے تاکہ اس سے براہ راست کوئی خط لکھنے سے بچیں۔

# آفتابِ سچ

## جماعت تبلیغی

نوٹ نہ آسکی اور مجبوراً صاحب موصوف سے عرض کرنا کہ آپ ہی اپنے مضمون کو منسوخ اور ہتذب کر کے دوبارہ لکھیں۔ انھوں نے یہ زحمت بھی برداشت کی اور دوبارہ تسوید فرمائی۔ اب یہ سودہ ہلکے سانسے سے مگر ہمیں تأسف اور شرمندگی ہے کہ اس جوں کا توں شائع کرنا اب بھی ہمیں مناسب نظر نہیں آ رہا ہے۔ اس کی بجائے ان اقتباسات پر تخصیص ہلکے دست لے لینے مضمون میں جمع فہرہ یا اپنے بطور خود کچھ عرض کرنے پر اکتفا کریں گے۔

ہیں خوب احساس ہے کہ اپنے مسودہ مضمون کے نہ چھینے سے موصوف کو گرائی ہوگی، لیکن اس مضمون کو کئی قسطوں میں شائع کرنے کی بجائے ہی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ صرف اہم پہلوؤں پر معروضات پیش کر دی جائیں اور باقی تفصیلات سے صرف نظر کر لیا جائے۔

تبلیغی جماعت کے اصلاحی کام کو جس محترم و عظیم ہستی —

مولانا الیاس رحمۃ اللہ علیہ نے اُبھارا تھا ان کی شخصیت ہماری نظروں میں بہت اُونچی ہے۔ یہ ایک بالکل الگ بات ہے کہ جس تحریک کو وہ لیکر آگے بڑھے تھے اور اجابہ دین کے مقصد سے جس طریق کار کو اختیار فرمایا تھا اس سے کسی کو اصولی یا فردی اختلاف ہوا، لیکن اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ وہ ایک با اِخلاق، دردمند اور باخدا بزرگ تھے جنھیں اللہ نے علم و فہم اور توفیق خیر کی نعمتوں سے نوازا تھا۔ ان کے جو رشحاتِ قلم ہماری نظر سے گزرنے ہیں انھیں ہم نے دین و دانش کے رنگٹ پوس بچا ہوا محسوس کیا ہے اور ان میں انسانی رعنائیوں کے علاوہ فکری گہرائی اور حقیقت پسندی کی بھی جھلکیاں دکھتی ہیں۔ لیکن ہمیں رنج ہے کہ ان کے بعد جو اطرز تبلیغی جماعت

تحلی کے ایک کرم فرما جناب سید محمد امتیاز علی نے جو تبلیغی جماعت میں آٹھ دس سال تک کام کرتے رہے ہیں کئی ماہ ہوتے ایک مضمون لکھنے سے بچا تھا جس کا لٹ لباب یہ تھا کہ طویل و سلسل تجربے کے بعد وہ اس جماعت سے بہت زیادہ بدظن اور اس کی بے حاشی پر پوری طرح متیقن ہو چکے ہیں اسباب و وجوہ و بطور پر انھوں نے اس جماعت کے طریق کار کی تفصیلات اور ظہور میں آنے والی جزئیات کے ساتھ ساتھ اپنے اختلافی نوٹ بھی دیتے تھے اور اس کے لٹرچر سے کچھ اقتباسات بھی سپرد قلم کئے تھے جن پر انھیں سخت اعتراض تھا۔

ہم ذاتی طور پر تبلیغی جماعت کے بارے میں کچھ خاص خیالات رکھتے ہیں جن کی وضاحت فی الوقت ضروری نہیں۔ اس وقت بس اتنا ہی کہیں گے کہ ہمارے نزدیک یہ جماعت نہ تو اپنی مخصوص نوعیت و حیثیت کے اعتبار سے کسی پُرچوش اختلاف کی استحقاق ہے اور نہ مسلمانوں کے باہمی اختلافات و نزاع میں مزید ایک نزاع کا اضافہ کرنا بھی حالات موجودہ کچھ اچھا معلوم ہوتا ہے۔ جو حضرات اس میں اپنا وقت اور صلاحیتیں کھپا رہے ہیں انھیں مصروف ہی رہنے دیا جائے تو بہتر ہے۔ علاوہ ازیں فاضل مضمون نگار نے جماعت مذکورہ کے طریق کار اور اس کی جزئیات پر جو تنقید کی تھی اس سے بنیادی طور اتفاق رکھتے ہوئے بھی اس کے بعض علی و مطقی پہلوئیں اتنے ذریعہ نہیں معلوم ہوتے کہ انھیں چھاپ دیا جائے۔ ہم نے انھیں لکھا کہ پورا مضمون تو چھاپنا مشکل ہے البتہ قابل اعتراض لٹرچر سے جو اقتباسات آپ نے دیئے ہیں ان پر ہم خود ہی کچھ لکھیں گے۔ انھوں نے قبول کر لیا اور منظر ہے، لیکن یہاں تو بفضائے تعالیٰ مصروفیات کا گھیرا اتنا کسا ہوا ہے کہ ہمیں یقیناً وعدہ کی

سے منسوب ہو اس کی علمی و فکری سطح بہت سچی ہے اور مجموعی طور پر وہ دین کی ایسی ایک رخی تصویر پیش کرتا ہے کہ عصر حاضر کا ذہن اس سے مطمئن ہو گیا ہوتا اور توحش اور بیزار ہو جاتا ہے کئی بار ایسا ہوا کہ اس نظر بصری کوئی کتاب ہمارے سامنے آتی اور ہم نے نہایت شوق سے اسے پڑھنا شروع کیا، مگر یا تو ہمارا ہی مزاج و مذاق اور وجدان و ادراک فاسد ہو گیا ہے کہ کافی زور لگانے کے باوجود اسے پورا نہ پڑھ سکے یا پھر یہ کتاب میں جان بوجھ کر ہی اس انداز سے لکھی گئی ہیں کہ صرف علمد مقلدین اور محققین کے روایت پرست ہی ان کا مطالعہ کر سکیں اور جن بد نصیبوں کو روایت و درایت اور اجتہاد و تقلید کے درمیان ایک حقیقت پسندانہ توازن و اعتدال کی آرزو ہو وہ ان سے دور ہی رہیں۔ خاصا ان خدا کے تذکار کی عظمت اور ذات و تقلید کی اہمیت ہمیں تسلیم کر کسی فرد یا جماعت کا قدامت وجود کی ایک ایسی فکر شکن سطح پر ممکن ہو جانا ہمارے عصری مذاق، زمانے کے مقصدیات اور فکر و دانش کے فرشتے بھی پر نہ مار سکیں زندگی سے فرار اور حقائق سے گریز کی سخت ناپسندیدہ اور نفرت رسا شکل ہے۔ بہر حال ہمیں اعتراف ہے کہ مذکورہ کتاب کے بالا استیعاب مطالعہ کی سعادت سے ہم محروم رہے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ جن اقتباسات سے دوست ہو صوف نے ہمیں دستاویز کر لیا انھیں ہم نے پہلے نہیں دیکھا تھا اور اب دیکھنے کے بعد ان پر حسبِ تجانس اظہار خیال کو اپنا فرض خیال کرتے ہیں فرض اس لئے کہ ہمارے نزدیک یہ نقصان رساں ہیں اور چاہے کسی پر اثر ہو یا نہ ہو ہمیں بہر حال ان کے فیض پہلوؤں کو واضح کر کے اپنے فرض سے مستدروس ہونا ہے۔

”مظاہر العلوم“ سہارنپور کے شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب مدظلہ کی چند کتابیں جماعت تبلیغی میں بہت رائج و مقبول ہیں۔ اگر کسی کو ثبوت و درکار ہو تو ذیل کے دو اشتہار کافی ہوں گے۔

(۱) تبلیغی تحریک میں چار چاند لگانے والے جو اہل پارہ یعنی تصانیف مولانا محمد زکریا صاحب مدظلہ۔۔۔۔۔

(۲) شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مدظلہ نے فضائل کی کتابیں لکھ کر امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم پر زبردست احسان فرمایا۔ ان کتابوں کی تعلیم مدارس و مساجد گھروں و جلسوں میں چلنے بنا کر کی جاوے۔ اسی سے اعمال میں روحانیت پیدا ہوگی اور اللہ کی عالمگیر رحمت کا نزول ہوگا۔

امت محمدیہ بھاری توفیر صدیوں سے ضعف و مغلوبیت کی اس منزل میں ہے کہ جنس کا جی چاہے اس کے سر پر نیوں احسانات کا بوجھ لادتا چلا جائے اور اس کے مدارس و مساجد بھی مدت سے ان تیم خانوں میں تبدیل ہو چکے ہیں جہاں دین ملت کے مجموعی مفاد کا نہیں انفسہ راہی یا گروہی و طبقاتی اغراض و مصالح کا سناہ چلتا ہے۔ تاہم اس اشتہار نمبر دو کا مضمون ہی ایک مجددِ آدمی کو یہ بتانے کے لئے کافی ہے کہ تبلیغی جماعت فکری سطح پر کس ڈزائن کے لوگ تیار کر رہی ہے۔ اس کے نزدیک عالمگیر رحمت الہی کا جغرافیہ کیا ہے، وہ کس روحانیت کی علمبردار ہے اور وہ عروج و زوال کی جنھیں کے لئے کون سے پیمانے استعمال کرتی ہے۔ آئیے دیکھیں فضائل کی یہ کتابیں جن کا ڈنکا اس اشتہار میں بڑی بے عکری اور قوت سے بٹا گیا ہے عامۃ المسلمین کی ضعیف الاعتقادی اور ذہم پرستی کو کس قسم کی غذا ہم پہنچاتی ہیں۔ فی الوقت ”فضائل حج“ کو لیتے ہیں۔ ہم نے اپنے دوست ہی کے اقتباسات پر بس نہیں کی بلکہ کتاب حاصل کر کے اس کا مطالعہ اقتباسات سے کر لیا ہے کسی عم عالم یا بدعتی مجتہد کا معاملہ ہوتا تو خیر کوئی بات نہیں تھی، لیکن مولانا زکریا صاحب تو ایک طرف عالم اتنے بڑے ہیں کہ ہم جیسے بے علمے دس پانچ بھی اُد پر تلے کھڑے ہو جائیں تو بونے ہی نظر آئیں گے اور دوسری طرف مسلک و مشرب میں دیوبندیوں سے اتنے قریب کہ بہت سے لوگ تو انھیں ”دیوبندی“ ہی کہتے اور سمجھتے ہیں۔ ایسی صورت میں بڑا اچھا ہوتا ہے کہ ”فضائل حج“ جیسی تجیدہ کتاب میں انھوں نے ایمان افزہ آیات احادیث اور تحقیقات علیہ کے ساتھ ساتھ ایسی روایتیں اور قصص و حکایات بھی شامل کر دی ہیں کہ کتاب کی علمی ثقافت اور فکری متانت برباد ہو سکے وہ گئی ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ وسعت مطالعہ و تدقیق علم

جہاں بہت بڑی خوبی اور قابل ستائش وصف ہے وہی وہ اس صورت میں بلائے جان اور فتنہ ساماں بھی بن جاتی ہے جب رطب و یابس کی تمیز اٹھ جائے اور علم کے وزن سے قوت فیصلہ بھیج کر رہ جائے۔ کتابوں کے دفاتر ٹیڑھ لیت اور ان گنت روایات و مشقولات حفظ کر لینا اتنا زیادہ مشکل نہیں جتنا مشکل فقہ اور تفسیر کا یہ مرحلہ ہے کہ کھرے اور کھوٹے میں امتیاز کیا جائے دیکھا جائے کہ اسلاف نے اپنی فہم و کاوش کے مطابق کتابوں میں جو کچھ جمع کر دیا ہے اس کا کتنا حصہ ایسا ہے جو واقعی معقول و مستند ہے اور کتنا حصہ ایسا ہے جسے ہمارا ذہن صرف عقیدت و مرغوبیت کی رو میں ضم کرنا جا رہا ہے۔ اور کوشش کی جائے کہ اسلاف کے اعتماد و احترام اور اجتہاد تدریک کے باہر کیوں کر ایک صحت مند توازن اور مفید رطب پیدا کیا جا سکتا ہے۔ غور کرنے کی بات ہے کہ جن کتابوں میں صرف حدیث ہی جمع کی گئی ہیں اور ان کے جمع کرنے والے علم و عمل کے اعتبار سے ممتاز بھی تھے ان میں بھی جہت تکل چند ہی کتابیں ایسی ہیں کہ ان کی مجموعی صحت کا دعویٰ کیا جا سکتا ہے اور باقی کے متعلق اہل علم کا اتفاق ہے کہ ان میں صحیح، ضعیف، مستقیم و سلیم، صحیح و غلط اور صدق و کذب بھی کچھ جمع ہو گیا ہے تو آخر ان کتابوں پر آکھ بند کر کے کیوں کر بھروسہ کیا جا سکتا ہے جو حدیث سے کم درجے کی چیز یعنی رجال امت کے احوال و واقعات پر مشتمل ہیں اور جن کی ترتیب و تسوید میں قدر تا جمیع احادیث جیسا اہتمام اور حزم و احتیاط نہیں برتی گئی ہے اور جن کی روایات میں مبالغے اور حذف و اضافے کے دخل کا نسبتاً زیادہ امکان ہے اور جن کے رد و اذی کی مناسب و اطمینان بخش تحقیق ممکن نہیں ہے۔

پھر اس نکتے کو بھی ملحوظ رکھنا چاہئے کہ کسی روایت کا صحیح و درست ہونا ہی اس بات کے لئے کافی نہیں ہے کہ اسے ہر جگہ ہر وقت بیان کیا جاتا ہے۔ ایک سچی کہانی بھی اپنے بیان کے لئے ایک خاص محل چاہتی ہے جہاں وہ مفید ہو سکے بے محل بیان کرنے سے بعض اوقات قصاصان کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ کہانی تو پھر کہانی ہے۔ حدیث و قرآن جیسی عظیم چیزیں کو دیکھتے۔ آپ بہت سی ایسی آیوں اور حایوں سے باخبر ہیں

جن میں کیسوتی کے ساتھ ذکر و تسبیح کی فضیلت بیان ہوتی ہے جن میں ثوب بی ارا نہ عبادات کے لئے عظیم اجر کا ذکر ہے جن میں منرو بات و یواقل بھ انعام و اکرام کی بشارت دی گئی ہے۔ لیکن کیا آپ اس شخص یا گروہ کو لائق تعریف سمجھیں گے جو میدان جہاد میں جاسے والے مجاہدین کے آگے ان آیات و احادیث کو قطعاً یک ٹھنڈے انداز میں پیش کرنا چلا جاتے۔ جو اس وقت ان کا پرچار کرے جب قوم و ملت کو کوئی مفید کردہ نہیں ہو۔ جب ملی مصالح کا تقاضا ہو کہ عوام اپنی تمام ممکنہ صلاحیتیں مجوزہ جم میں کھپا دیں۔ یقیناً آپ کہیں گے کہ ایسے مہنگا مہینو وقت میں ان آیات و احادیث کو بھارنے اور مشتہر کرنے والا نادان یا فتنہ پرداز ہے۔ اس وقت تو ان آیات و احادیث کا چرچا اور شہرہ ہونا چاہئے جو مجاہدانہ سرگرمیوں کو جلا دینے والی سیاہی نہ قوت عمل کو ابھارنے والی ہوں۔

ایسی طرح اگر صورت حال یہ ہو کہ مشیت نے امت مسلمہ کے کاندھوں پر ایک غیر مسلم اکثریت کے غلبہ و اقتدار کا جو اثر رکھ دیا ہو اور یہ اکثریت اپنے کچھ لپٹے تصورات اپنے نظریات اور اپنی دیوالیائی روایات کو اس کے دل و دماغ میں اُتار دینے کی سعی کر رہی ہو اور خود امت مسلمہ کی غالب اکثریت اپنے جہل و ہم پستی اور ماحول سے مغلوبیت کے باعث طرح طرح کے واہمی ادبام و عقائد میں گرفتار اور نامعقول اعمال و اشغال کا فخر کاڑھ تو وہ شخص یا گروہ یقیناً ناقابل تائیدش یا فتنہ خیز ٹھیسے گا جو اصلاح تبلیغ کے ذیل میں جمہولی ضم کی روایت پرستی کا وطیرہ اختیار کرے اور نہ سوچے کہ کونسی روایتیں امت کے مزاج کو اور زیادہ بگاڑ دالی ہیں اور کن روایتوں میں اصلاح مزاج کی استعداد ہے۔ ہم دیکھ رہے ہیں کہ مولانا ڈکریا صاحب مدظلہ کی کتابوں میں غیر معمولی طور پر اس طرح کی روایات اور کہانیاں پائی جا رہی ہیں جو اگر کسی طرح سچی بھی مان لی جائیں تو ان کا فائدہ اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ صنم کہہ ہند میں جو دیوالیائی تصورات ایک جارحانہ طائفے کے ساتھ ابھرتے جا رہے ہیں ان کے اثر و نفوذ کے لئے عامۃ المسلمین کی ذہنی فضا اور بھی سازگار ہو جائے اور جن اہلاندہ افکار و مشاغل ذہم پرستانہ معتقدات اور عقل شکن مزعموات

کریں گے جنھیں ہمارے مذکورہ الصدد دست نے نقل کیا ہے۔  
صفحہ ۱۱ پر حرکات نمبر ۱۶ اس طرح مندرج ہوئی ہے۔  
”سہیل بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ کسی ولی کا لوگوں کیساتھ  
میل جول رہنا اس کی ذلت کا سبب ہوتا ہے اور صرف اللہ  
جل شانہ کے ساتھ لگاؤ اس کی عزت کا سبب ہوتا ہے میں نے  
بہت کم ولی ایسے دیکھے ہیں جو کیسے نہ ہوتے ہوں۔ عبداللہ بن  
صلاح ایک بزرگ تھے جن پر اللہ جل شانہ کی خاص عطا یا  
تھیں اور بہت انعامات تھے وہ لوگوں سے بھاگ کر ایک شہر  
سے دوسرے شہر میں پھرتے رہتے تھے۔۔۔“

بائیں بظاہر کافی خوشنما اور خدا پرستانہ ہیں۔ ہمیں  
اس میں بھی شک نہیں کہ عبداللہ بن صلاح جیسے بزرگ اللہ  
کے انعامات و عطا یا سے بھی ضرور مالا مال ہوں گے۔ لیکن  
سوال یہ ہے کہ مخلوق خدا سے حتی الوسع منقطع ہو جانا اور مردم  
بیزاری کی نشأت میں شہر در شہر پھرنے کا کیا بدیہی قسم کی رہبانیت  
اور اعتدال سے تجاوز و نقشب کے علاوہ کوئی چیز ہے؟ ہمیں  
بتایا جائے کہ قرآن و حدیث میں جس ”سہیلانیت“ سے  
بیزاری کا اظہار کیا گیا ہے وہ اگر یہی نہیں ہے تو پھر کیا ہے؟  
رسول اللہ کا اسوہ یہ نہیں تھا۔ ممتاز صحابہ کا اسوہ یہ نہیں  
تھا۔ یہ تو ان اجبار و رہبان کا اسوہ تھا جن کے بارے میں  
اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مَا كُنْتُمْ عَلَيْهِمْ فِي دِيَارِهِمْ بِنَاتٍ  
انھوں نے اختیار کر لیا ہے ہم نے تو انھیں اس کا حکم نہیں دیا  
تو کیا یہ مفید بات ہے کہ اسی اسوے کی برتری اور تقدس کو  
خامکار عوام کے دماغوں میں اُتارا جائے؟

اس مرحلے میں بالعموم ایک یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ  
جن متعدد بزرگوں نے بظاہر رہبانی طریقے اختیار کئے انکی  
عظمت و ولایت اور کشف و کرامت کو تو بھی مانتے ہیں۔ ان  
کے ہم زمانہ عوام کھلی آنکھوں سے ان کے زہد و اتقا، تشریح عبادت  
بے لوثی اور مکاشفات و کرامات کو دیکھتے رہے ہیں۔ ان کی  
ولایت و تقدس پر بے شمار علماء و اتقا کا اتفاق ہے۔ تب یہ  
کیسے کہا جا سکتا ہے کہ ان کے طور طریقے کسی بھی جہت پر  
”رہبانیت“ جیسی خلاف شرع بُرائی کا الزام عائد ہو جائے۔

امت مسلمہ کو جنگاہ زندگی کے ٹھوس محاذ سے اغوا کر کے خیال گمان  
اور ذلت و انحطاط کی وادی میں لانا چھوڑا ہے وہ اور بھی تقویت  
پا جائیں۔ یہ ان کہانیوں کو سچا ہی نہ صرف کرنے کی صورت میں  
ہے، لیکن حق یہ ہے کہ ان کی سچائی پر کوئی اطمینان بخش دلیل  
نہیں اور محض اس ذہنی و فکری مرغوبیت کے تحت ان پر بلا  
تمقید اعتماد کر لیا گیا ہے کہ ان کا اندراج بعض محترم اسلاف  
کی مقدس کتابوں میں ہے۔ حالانکہ بسا اوقات دیکھتے ہیں نیک  
اور سادہ دل لوگ بہت زود اعتبار ہوتے ہیں، وہ خود چوں کہ  
چھوٹے اور فریب سے دور ہوتے ہیں اس لئے دوسروں کو بھی  
اپنا ہی جیسا گمان کر کے ان پر اعتبار کر لیتے ہیں اور ایک غلط یا  
نیم غلط روایت کو صحیح خیال کر کے پریقین انداز میں بیان کر جاتے  
ہیں جس کے بعد تمام جاہل روایت پرستوں کی مٹی پلید ہو جاتی  
ہے۔ حقیقت کے متوالے سمجھتے ہیں کہ فلاں صدی اقت شعبار  
بزرگ نے جس روایت کی تصدیق کر دی وہ بھلا کیونکر غلط ہو سکتی جو  
پچھلے زمانوں میں ایسا بھی بارہا ہوا ہے کہ بعض کتب میں  
لوگوں نے اپنے حسب دلخواہ رد و بدل کر دی یا پچھلے اہل فہم نے  
اور دنیا اسی دھوکے میں رہی کہ ان کتب کا ہر لفظ اٹھنی  
کا ہے جن کے اسماء گرامی ان پر درج ہیں۔ کہنے کا مطلب یہ  
ہے کہ سلف کی کسی موقیسی عربی تصنیف کی ذہنی غلامی اور غیب  
زدگی کو چاہے کوئی ”احترام سلف“ اور ”تعظیم روایت“ جیسے  
کیسے ہی بھاری بھر کم نام دے لے مگر وہ فی الحقیقت بہت گھٹیا  
اور المناک شے ہے۔ ذاتی فکر و تدبیر کے درازوں پر تالیف الٰہی  
اور دماغوں کے سوراخوں میں پلا ستر بھر لینا کسی بھی عنوان  
لاقی تعریف نہیں۔

## روایات کے نمونے

انی الوقت ہم ”فضائل حج“ کی چند  
روایات سامنے لاتے ہیں۔ ویسے  
تو اس کتاب میں حج کرنے والوں کی ستر حکایات ہیں جو سلف  
کے سبق آموز ایمان افروز اور پاکیزہ حالات و ملفوظات پر متحل  
ہونے کے باوجود مجموعی تاثر کے اعتبار سے تصوفانہ لگتے سخی، ضلو  
آئینہ اور اہمیت، عجوبہ پرستی، مجذوبیت، تمیز کشی اور فرار بی ہمت  
کی برتری قائم کرتی ہیں۔ لیکن ہم صرف ان چند روایات پر اکتفا

ہے دوسرا قطعی لاہرہ۔ ایک آہنی عزم و ہمت کا مالک ہے دوسرا ضعیف و بزدل۔ ایک دقیقہ رس اور دوسرا درمیانہ بصیرت رکھتا ہے دوسرا بس اور پری سطح سے آگے نہیں بڑھ سکتا۔ ایک اپنی انقلاب انگیز صلاحیتوں سے قوموں اور ملکوں کی امامت کر سکتا ہے اور دوسرا اپنے گھر کی بھی ٹونڈل سربراہی نہیں کر پاتا۔ ایک فطرتاً تجزیہ پسند، رمز پرست اور تخیل پرست واقع ہوا ہے اور دوسرا سخت قسم کا حقیقت پسند اور عقل کو شہ ہے۔ وغیر ذلک۔

ان مختلف خواص و صفات کے لوگوں میں جن میں بھی خدا کی راہ میں مجاہدہ و ریاضت کی توفیق نصیب ہوگی لازماً ان کے طور طریق میں کہیں نہ کہیں ان کے انفرادی مزاج و مذاق اور رجحان و استعداد کی جھلکیاں نظر آئیں گی۔ وہ قطعاً اُس رخ پر چلیں گے جس پر ان کی طبیعت جھلتے گی۔ عرض کیجئے ایک شخص ہے ایچو بد پسند اور تخیل پرست۔ نیز مشیت نے اسے فولادی عزم و حوصلہ اور انصرام و انتظام کا سلیقہ بھی نہیں دیا ہے۔ اب وہ کسی سبب سے طلب روحانیت اور نگرانی کی طرف مائل ہوتا ہے تو فرتی بات ہے کہ تندرکے نفس اور صفائے باطن کے لئے ایسے ہی زیادہ عبادت پر اعتماد کرے گا جو اس کی تخیل پرستی کی زیادہ سے زیادہ ضیافت کر سکیں اور ایسے ہی معمولات و وظائف اختیار کرے گا جن میں اس کے خاص طرح کی میلان و مذاق کے لئے خوب خوب کشش ہو۔ نیز انتظامی صلاحیت اور عزم سے محروم ہونے کے سبب وہ اُس شکل ترین توازن و احتیاط کو قائم نہیں رکھ سکے گا جو دین کے نوع بہ نوع تقاضوں اور زندگی کی ٹھوس حقیقتوں کے درمیان مطلوب ہے۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ تمام یا بعض غرات تو اسے حاصل ہو جائیں گے جو مسلسل مجاہدہ و ریاضت، نفس کشی اور عبادات سے حاصل ہونے ممکن ہیں، مثلاً کشف و کرامت، مقبولیت، مرجعیت اور شہرت و عزت وغیرہ۔ لیکن اس کا مجموعی اسوہ اہل نظر کے نزدیک ہرگز ہرگز ایسا معیار ہی نہ ہوگا کہ اسے بطور نمونہ پیش کیا جاسکے کیونکہ اس میں اس کی بعض طبعی محدودیاں اور پیمائشی خامیاں بھی اپنا پر تو ڈالے ہوئے ہیں۔

ضرور ہے کہ یا تو رہبانیت صرف بہاڑ کی لکھو میں جم جانے یا کسی دیرانے میں سادھی لگانے کا نام ہے اور ترک دنیا کی وہ شکلیں جو مذکورہ ہر دو گوں میں ملتی ہیں دائرہ رہبانیت سے خارج ہیں یا پھر رہبانیت کے بعض اجزاء ممنوع ہیں اور بعض مشروع۔ یہ جو ہا سے بزرگ کہتے ہے سب کا سب "مشروع" کے ذیل میں آتا ہے۔

اس معالطہ انگیز خیال کی اصلاح کے لئے خوب اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے کہ نہ تو رہبانیت کا کوئی بھی جز مشروع ہے نہ رہبانیت اس قدر محدود ہے کہ صرف بہاڑوں اور دیرانوں پر اس کی حتم ہو جائے۔ زندگی گزارنے کا ہر وہ طریقہ رہبانہ ہے جس میں انسان اپنے مسلمان بھائیوں کے ٹرے بھلے سے یکسرے نیاز ہو کر اور دنیا کے ضروری علاقے ترک کر کے بس اپنی عاقبت سنوارنے اور اپنے احساسات کی اقدار کرنے کے چکر میں گم ہو جائے۔ مذکورہ بزرگ اگر کشف و کرامت کی دولت سے بالمال اور مقبولیت عامہ کی نعمت سے سرفراز تھے تو یہ سب کچھ ان متواتر عبادتوں، ریاضتوں اور روحانی محبتوں کا فطری ثمرہ تھا جن کی انھیں توفیق حاصل تھی اور یہ اوصاف حمیدہ ان میں اتنے زیادہ تھے کہ بعض رہبانی طریقوں کے اختیار کرنے کی ضرورتیں ان میں اسی طرح دب کر رہ گئیں جس طرح دریا میں تھوڑی سی نجاست ڈال دی جلتے تو اسکے اثرات دب کر رہ جاتے ہیں، بلکہ اس حد تک ٹھوٹ جاتے ہیں کہ اس سے وضو بیسی پاکیزہ چیز میں کوئی نقصان نہیں ہوتا۔ لیکن کیا اس کا یہ مطلب ہوگا کہ نجاست بجائے خود ظاہر ہو پلٹ ہو گئی؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو سمجھ لینا چاہئے کہ رہبانیت جزوی اور کلی ہر لحاظ سے ہر حال میں مجموعہ بیچ ہے چاہے وہ کسی اور شے کی افراط میں گم ہو کر رہ جاتے۔ چاہے وہ ضعیف و غزائی؟ اختیار کریں۔ چاہے وہ عملی ہو یا ذہنی و فکری۔

ایک اور نکتہ سمجھ لینا چاہئے۔ اللہ نے انسانوں میں مزاج، طبیعت، رجحان و میلان اور قوت و استعداد کا فرق رکھا ہے ایک شخص طبعاً بہت سختے در ہے اور دوسرا حد درجہ نرم مزاج ایک بے حد منظم ہے دوسرا سخت بے سلیقہ، ایک نفاست پسند

اس تقسیم کا حاصل یہ نکلا کہ پیش کرنے کے قابل اسوہ صرف اُس ذات والا صفات کا ہے جس کی فطرت سلیمہ اور طبع کاملہ میں خشیت نے لاجواب صلاحیتیں ودیعت فرمائی تھیں جو ہرگز توازن و اعتدال کا مجسمہ تھی جس نے تمام عالم انسانی کے لئے ایک بے مثال دفترِ جہد و عمل پیش کیا جس نے ترک دنیا اور طلب دنیا کے درمیان ایک پاکیزہ خط مستقیم کھینچا۔ علی اللہ علیہ وسلم۔ پانچویں اُن لوگوں کا ہے جنہوں نے اپنے امکان بھر سہ کارِ ہی کے رنگے ہو کر اختیار کیا۔ اُنھی کے رنگ میں رنگے گئے۔ رہے وہ بزرگ جن کے اسوے کا کثیر حصہ تو سرکارِ ہی کے اسوے کا نمونہ اور ایمان کی تجلیات سے معمور ہے، لیکن تسلیلِ حقہ ایسا بھی ہے جو زبردستی کی تاویلات اور کھینچا تانی کے بغیر اسوۂ رسول کا عکس نہیں کہا جاسکتا بلکہ اُن کے طبعی و فطری منفردات کا منظر ہے تو پیدا فرمائی اور دانش مندی کی بات یہ ہے کہ صرف حصہ اول کے ذکر و بیان سے اصلاح و ترویج کا کام لیا جائے اور حصہ ثانی کے چرچے سے بچا جائے۔ بلکہ ہم تو یہاں تک کہیں گے کہ اگر اس حصہ ثانی کو کوئی نمایاں کرنے پر آمتر آئے تو اس سے صاف کہہ دیا جائے کہ اس کا تعلق تمدن کے انفرادی و ذاتی اجتہاد سے ہے جسکی پیروی کے ہم تکلف نہیں۔ آخر سوچئے نا۔ اگر کچھ لوگ زہد و عبادت کے اثر سے اس حد تک بلند و برتر بنے جاسکتے ہیں کہ اُن کا ہر طور طریق ہر اجتہاد ہر قول و فعل اُنھیں بند کر کے قبول کرنے کے لائق ٹھہرے تو جہی اور ولی میں تفرق کیا رہا؟ عصمتِ انبیاء کی ساری قدومیت تو اسی وقت تک ہو جب تک ہر غیر نبی سے شعور و خطا کا حدود عمل ممکن مان لیا جائے ورنہ محض لفظاً اعتراف کرنا اور حقیقتاً محفوظاً عن الخطا جیسی بڑے کارِ اصطلاح میں وضع کر کے اپنے محبوب بزرگوں کو سراپا ہی بنا دینا "عصمتِ انبیاء" کا مذاق اڑانا ہے۔

تو ہم عرض یہ کرنا چاہتے تھے کہ "فضائل حج میں سہیل بن عبد اللہ کے مذکورہ بالا موقوفات درج کرنا حکمتِ دینی اور مصیبتِ عامہ کے منافی ہے۔ خصوصاً جب اور بھی متعدد حکایات و روایات ذہن کو غذا پہنچانے والی ہم رشتہ ہیں اور خاتمہ کتاب پر یہ لکھا گیا ہے کہ نفس کو :-

"مغلوب کرنے کے واسطے بھوکا رہنا یا سارے دنیا خوار ہونے سے بچنے کو ڈالنا مشقوں کو برداشت کرنا جہاں تک کسی دوسرے اہم دینی کام کے نقصان کا سبب نہ بنے۔"

تو ان موقوفات سے ایک تشکیک آمیز فریاد اور وحانی گم گشتگی کے سوا کیا فائدہ ہوگا؟ تعجب ہے روزے کی بھوک پیاس اور خدمتِ خلق اور احیاءِ دین کی راہ میں جہد و مشقت کی تحسین فرمانے کی بجائے مجرد بھوکے پیاسے رہنے اور غیر ضروری فطرت میں خود کو ڈالنے اور مشقت برائے مشقت کی ترغیب و توصیف فرماتے ہوئے مولانا کے محترم کو وہ حدیثیں کیوں نہ یاد آئیں جن میں نفس کے بھی کچھ حقوق کا اثبات ہے اور سرکارِ دعو عالم کی وہ حیاتِ مقدسہ کیوں نظروں سے اوجھل ہو گئی جو نفس کا مناسب تقاضوں کی بجا آوری سے خالی ہونے کے باوجود اس کے مناسب اور جائز تقاضوں کی پاسداری سے خالی نہیں ہے اور وہ آیت کیوں حافظے کے آفتی پر طلوع نہیں ہوئی جس میں خود ایجادِ مشقوں اور باہنوں پر نگر کی گئی ہے۔

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ الْفُلِ الْمَكِينِ  
الَّتِي فِي الْبَحْرِ لِيُعْبَدَ  
كَالطَّيْلِيتِ مِنَ الزَّيْتِ  
یہ آیت اُن لوگوں کے رد میں نازل ہوئی جو برہمنہ ہو کر طواف کرنے کو پرہیزگاری کی بات سمجھتے تھے اور بعض ان میں کے زمانہ حج میں ممکن حد تک فاقہ کشی کو باعثِ ثواب خیال کرتے اور چکنائی، گھی، بکری کا گوشت اور دودھ وغیرہ تو بالکل ہی چھوڑ دیتے تھے۔ عربانی کے بائے میں تو یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ بھی ہی قابلِ رد تھے، لیکن کھانے پینے کے تقویٰ اور پرہیزگاری پر جو آیت کا آخری فقرہ نیکر کر رہا ہے اس کی تاویل وہ حضرات کیا کریں گے جو ارا دی فاقہ کشی اور مشقت پسندی کو مرغوب و محمود قرار دیتے ہیں۔ اگر واقعی نفس کشی کا یہ طریقہ اللہ کو پسند نہ ہوتا تو صرف عربانی کا رد کر دیا جاتا اور کام وہ جن کی ریاضتوں کی ہمت افزائی فرمائی جاتی یا کم سے کم ان کے بائے میں سکوت بہتا، لیکن یہاں تو یہ خود ایجاد اور باہنیں اور بے دلیل تقویٰ شعاریاں عربانی ہی کی لائن میں سے لی گئی ہیں!۔

اس آیت سے پہلے فرمایا گیا ہے:-

كُلُوا مِنْ ثَمَرِهِ إِذَا أَثْمَرَ وَلَا تُلْجُوا فِيهَا

سورۃ بقرہ میں ارشاد ہے:-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا  
مِنْ ثَمَرِهِ إِذَا أَثْمَرَ وَلَا  
تُلْجُوا فِيهَا إِذَا لَمْ يَكُنِ  
الْحَرْمُ عَلَيْكُمْ فَإِذَا جَاءَ  
الْحَرْمُ لَكُمْ فَلَا تُلْجُوا فِيهَا

گو یا تو وہ خواہ کی فائے کسی یا بعض جائز اشیاء سے بطور  
نفس کشی اجتناب کی ترغیب و تحسین کی بحاسے اللہ تعالیٰ جو جگہ  
جگہ کھانے پینے اور کھاپنی کر اس کا شکر ادا کرنے کی ترغیب و  
تلقین فرما رہے ہیں۔

فسر یا گیا:-

يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ  
وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ

اور فرمایا:-  
وَمَا جَعَلْ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ  
مِنْ حَرَجٍ

غرض مجاہدہ صحیحہ اور ریاضتِ ربانیہ کا فرق کچھ ایسا  
باریک نہ تھا کہ مولانا اس کی محرمیت میں اس طرح کی کوئی آیت  
یا حدیث یاد نہ کر سکتے، لیکن جب فکر کی آواز کی باگ ڈھیلی  
چھوڑ دی جائے تو سمندر خیال چھپے ہوئے نہ رہتا دیکھتا اور سر پٹ  
اپنے ہی راستہ پر دوڑا جلا جاتا ہے۔

جب یہ کہا جاتا ہے کہ موجودہ تصوف غیر اسلامی افکار و  
تصورات سے ملوث ہے تو صوفی حضرات لالچیلے ہو جاتے  
ہیں۔ لیکن محض ان چند فعل کردہ سطروں ہی سے اندازہ لیجئے  
کہ یہ قول کس حد تک مطابق واقعہ ہے۔ بھلا جب خواہ خواہ  
بھوکے پیاسے رہنا اور بلا وقت تقیہ اٹھانا مرغوب و محمود ٹھہرے  
تو ان سینا سیوں اور جوگیوں پر اعتراض کی کیا گنجائش رہ جاتی  
ہے جو دیرالوں میں جا کر سادھی لگاتے ہیں، ایک ٹانگ سے  
مدوں کھڑے رہتے ہیں، اٹلے لٹکتے ہیں، عورت کی پرچھائی  
تک سے بھاگتے ہیں، ترک حیوانات کرنے میں، ناقہ پر فافے

چلائے ہیں، ترک ماسوا کے چاکہ میں عریاں یا نیم عریاں رہتے ہیں  
چلے کھینچتے ہیں، زن و فرزند سے مخد مور کر غاروں اور تنہ خانوں  
میں جا چھپتے ہیں۔ وغیرہ ذلک۔

مولانا کو وہ حدیث ضرور معلوم ہوگی جس میں آیا ہے کہ کچھ  
لوگوں نے رسول اللہ ص کے معمولات عبادت کی تفصیل معلوم کی  
تو اسے اپنی زانست میں معیار سے کم پایا اور اس سے بڑھ چڑھا کہ  
عبادت و ریاضت کا ارادہ ظاہر کیا۔ اس پر حضور نے صلی ظاہر  
کی۔ قیاس کیجئے جو نہایت ان سادہ فکر صحابہ کرام کی فکری  
قیادت کر رہی تھی کیا وہی نقل کردہ فقروں میں نہیں بول رہی  
ہے۔ سرکار نے بھی صوم وصال مسلسل کئی دن کا روزہ بھی  
رکھا ہے لیکن صحابہ کو اس سے منع فرمایا۔ نیز فرمایا کہ غلو سے بچو  
اس نے قوموں کو تباہ کیا ہے۔ زمانہ جاہلی کے حج میں بعض حاجی  
عمد کر لیتے تھے کہ پورے سفر میں زبان پر تالا چڑھا لے رکھیں گے  
یا پیدل ہی سفر کریں گے یا سارے سے بچتے ہوئے دھوپ ہی  
دھوپ میں چلیں گے وغیرہ ذلک۔ وہ اس سخت کوشی کو چھپ  
تو اب تصور کرتے تھے۔ اسلام نے اسے مسترد کر دیا حضرت عقبہؓ  
ابن عامر کی بہن نے نذر مانی تھی کہ وہ پیدل حج کرے گی۔

عقبہ نے سرکار سے فتویٰ پوچھا تو جواب ملا کہ اللہ کو تمہاری  
بہن کی اس نذر کی حاجت نہیں ان سے کہہ دو کہ سوار ہو کر حج  
کریں۔ اسی طرح آپ نے ایک اور شخص کو دیکھا کہ شربانی کا  
آؤٹ ساتھ ہونے کے باوجود پیدل چل رہا ہے تو سوار ہونے کا  
حکم دیا۔ اس نے معذرت کی کہ یہ شربانی کا آؤٹ ہے۔ آپ نے  
فرمایا کہ میں جانتا ہوں یہ شربانی کا آؤٹ ہے، لیکن تم اس پر  
سوار ہو۔ ایک اور موقع پر آپ نے دیکھا کہ ایک بوڑھے کو  
اس کے دو جوان بیٹے بگڑے پیدل چلا رہے تھے۔ آپ نے  
پوچھا تو معلوم ہوا کہ اس نے پیدل حج کی نیت کی ہے حضورؐ  
نے فرمایا خدا کو اس کی حاجت نہیں ہے کہ یہ اس طرح اپنی جان کو  
مشقت میں ڈالے۔ اس کو سوار کر دو۔

قدام بن مظلوم اور ایک اور صحابی نے حضورؐ کی خدمت  
میں عرض کیا کہ ہم میں سے ایک نے ترک حیوانات اور دروسے  
نے ترک نکاح کا عزم کیا ہے۔ حضورؐ نے ہمت افزائی کے بجائے

تو عملہ تکنیکی نسرانی اور کراک میں تو دونوں (گوشنت اور عورت) سے فائدہ اٹھاتا ہوں۔ عبداللہ بن عمر نے عہد کیا کہ ہمیشہ دن کو روزے اور رات بھر نماز کا اہتمام کروں گا۔ سرکار کو خبر ہوئی تو بلا بھیجا اور پوچھا کیا یہ خبر صحیح ہے؟ عرض کیا جی ہاں۔ نسر مایا تم پر تھکنے جسم کا حق ہے، آگہ کا حق ہے، بیوی کا حق ہے نہینے میں تین دن کے روزے کافی ہیں۔

قبیلہ باہلہ کے ایک شخص جب مشرف باسلام ہوئے بارگاہ رسالت سے اپنے قبیلہ واپس آئے تو انھوں نے فرط دیداری میں دن کا کھانا پینا چھوڑ دیا اور مسلسل روزے رکھتے رہے۔ ایک سال بعد پھر بارگاہ رسالت میں جانا ہوا تو صورت اتنی بدل گئی تھی کہ سرکار کا پہچان نہ سکے۔ انھوں نے اپنا نام بتایا تو حضورؐ کی یادداشت تازہ ہوئی اور نسر مایا۔ ارے تم تو بہت خوش جمال تھے یہ کس حال کو پہنچ گئے؟ عرض کی یا رسول اللہ! جیسے آپ کی خدمت سے واپس گیا ہوں برابر روزے رکھتا رہا ہوں۔ عیب و وحی نے جواب دیا کہ تم نے اپنی جان کو کیوں عذاب میں ڈالا۔ رمضان کے سوا چھینے میں ایک دن کا روزہ کافی ہے۔ انھوں نے کہا میں اس سے زیادہ کی قوت رکھتا ہوں۔ آپ نے ایک دن اور بڑھا دیا۔ بس۔

کسی غزوے میں ایک صحابی کا ایک غار سے گزر ہوا، جس میں پانی بھی تھا اور کچھ غذا بھی۔ وہ سرکارؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگے کہ یا رسول اللہ! مجھے ایک غار مل گیا ہے جس میں ضرورت کی چیزیں بہتا ہیں جی چاہتا ہے کہ وہاں گوشنتیں ہو کر دنیا لعین سے منقطع ہو جاؤں۔ سرکارؐ نے جواب دیا میں یہودیت یا نصرانیت لیکر دنیا میں نہیں آیا ہوں آسان اور سہل دین لیکر آیا ہوں۔

ایک بار کچھ صحابیؓ ازواج مطہرات کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ حضورؐ کی عبادت کی تفصیل معلوم کریں۔ اُن کو گمان تھا کہ حضورؐ دن رات عبادت ہی کرتے رہتے ہوں گے۔ لیکن تفصیل سنی تو چونک گئے، کیونکہ حضورؐ کی اصطلاحی عبادت کی مقدار اس کے گمان سے بہت کم تھی کہنے لگے کہ ہمیں حضورؐ سے کیا نسبت، ان کے سب اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیئے گئے ہیں۔ پھر ایک صاحب بولے میں رات بھر نماز پڑھا کروں گا۔ دوسرے گویا ہوتے ہیں پھر

روزے رکھوں گا۔ تیسرے نے کہا میں کبھی شادی نہیں کروں گا۔ سرکارؐ شش پہنے تھے۔ نسر مایا خدا کی قسم! میں تم سے زیادہ خدا سے ڈرتا ہوں تاہم روزے بھی رکھتا ہوں اور نہیں بھی رکھتا، نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں۔ عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں۔ جو شخص میرے طریقے پر نہیں چلا وہ میرے گردہ محتاج ہو۔ چہنہ شخص بطور نمونہ از خردارے ہیں اور ان کت ابوں کے ہیں جنہیں کتب حدیث کہا جاتا ہے، جن پر اعتماد و عمل و علم کا تقاضا ہے اور جن کی معلومات مولانا نے محترم کو ہم سے زیادہ ہیں۔ ان سے تو نہیں معلوم ہوتا کہ بلا وجہ آفت میں پڑنا، بھوکے پیاسے رہنا اور نفس کے جائز تقاضوں کو ایڑیوں سے مسلتا کوئی مجبور و مغلوب بات ہے۔

یہ تو حکایت کے ابتدائی فقروں پر گفتگو تھی۔ اب حکایت سنئے۔ عبداللہ بن صالح بیان کرتے ہیں:-

”ایک صاحب کو دیکھا جن کا نام مالک بن قاسم بنی تھا وہ آئے اور ان کے ہاتھ میں گوشت کی خوشبو آ رہی تھی۔ میں نے کہا کہ تم شاید ابھی کھانا کھا کر آئے ہو۔ کہنے لگے استغفر اللہ میں نے تو ایک ہفتے سے کچھ نہیں کھایا، البتہ اپنی والدہ کو کھانا کھا کر آیا ہوں اور جلدی اس لئے کی کہ مکہ مکرمہ میں صبح کی نماز میں شرکت کر لوں۔ عبداللہ کہتے ہیں کہ جہاں سے مالک آئے تھے اس جگہ کھا کر مکہ مکرمہ کا نو سفر رخ کا فاصلہ تھا ایک فرسخ تین میل کا ہوتا ہے تو ستائیس سو میل ہوتے، اس کے بعد عبداللہ نے مجھ سے پوچھا کہ تجھے اس فقہ کا یقین آگیا۔ سہیل کہتے ہیں میں نے کہا کہ ہاں یقین آگیا۔ کہنے لگے اللہ کا شکر ہے کہ مجھے ایک مومن آدمی ملا۔“ (ص ۱۱۱)

ہم اس بحث میں نہیں پڑتے کہ یہ روایت جس کتاب سے ”فضائل حج“ میں نقل کی گئی ہے اس کا کیا پایہ ہے۔ ہم تو اسے حرف جوف صحیح فرض کرتے ہوئے ہی چند عروضا ت میں لیتے ہیں ایک ہفتے تک کچھ نہ کھانا انسانی دسترس سے باہر نہیں آتا لیکن جن لوگوں کی فاقہ کشی اختیار ہو یا بسبب ناداری ہو وہ اس پر اکتفا نہیں کرتے نہ یہ ایسی کوئی خوبی ہے جسے اسلام نے

”سنات“ میں شمار کیا ہو۔ پھر استغفر اللہ پر غور فرمائیے۔ گویا مالک بن قاسم پر اہل حرام کا طعن کیا گیا تھا جس پر اس شدید سے بریت کا مظاہرہ ضروری ہوا۔ اسے چھوڑیے کہ اس انوار بریت سے ”طعام“ کی متفق علیہ تکیم و عزت کا کیا علیہ نہ کہ ہے یہ دیکھئے کہ دینداری اور روحانیت کا اس نوعیت کا تخیل اس میں پایا جاتا ہے۔ کیا قرآن و سنت یہی تخیل دیتا ہے؟

بہت سی روایتیں بتاتی ہیں کہ بعض اہل اللہ کو یہ قدرت حاصل رہی ہے کہ اپنے مستقر سے ہزاروں میل دور چشم زدن میں پہنچ جائیں۔ ہمیں نہیں معلوم کہ ان روایات کی کیا حقیقت ہے ہم نے مادی حوروں اور دنیاویوں میں بھی اسی قسم کے مافوق العادست کمالات کئے ہیں وہ بھی شاید درست ہی ہوں۔ اہل طریقت میں ”طے الارض“ کو ایک سطر حقیقت کے طور پر مانا جاتا ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ جن بزرگوں کو ریاضت و عبادت کے ذریعہ واقعی یہ کمال حاصل ہو گیا ہو کیا ان کا خود نما اور نمائش پسند ہونا بھی خوبی کی بات ہے؟ ہم نے تو یہی سنا تھا کہ اُسے درجے کے اہل اللہ اپنی غیر معمولی صلاحیتوں کو حسی الوسخ چھیلنے میں بہاں اُلٹا معاملہ نظر آ رہا ہے کہ مالک ابن قاسم گویا انظار کمال پر تھے مجھے ہیں اور سوال کی سادہ و صاف حدود سے آگے بڑھ کر سب بچھٹے دے رہے ہیں۔

کمال یہ ہے کہ روایت کے خاتمے پر ایک نفسیاتی حکمت رکھنے والا فقرہ شامل کر کے انکار اور عدم تصدیق کی راہ روکنے کی سعی جمیل کی گئی ہے۔ یعنی اس روایت کا جو بھی سامع تنگ اور بے یقینی میں مبتلا ہو اس کا ایمان خطرے میں ہے۔ ظاہر ہے کہ اکثر سامعین تو اپنے ”مومن“ ہونے کا مظاہرہ کرنے کے لئے بر ملا تصدیق و تسلیم فرمائیں گے چاہے ان کے فرشتوں کو بھی یقین نہ آیا ہو اور جن سامعین کی عقل و فہم اس روایت کے آگے تھیار ڈالنے پر تیار نہ ہوگی وہ بھی نکتہ بننے کے مقابلے میں خاموشی ہی کو ترجیح دیں گے اور ”انجاموشی عم رضائے“ کا حصے سے ان کا بھی شمار صدیقین ہی میں ہوگا۔ پھر وہ واقعہ بھی اس ذہنی الجھن میں مبتلا ہو سکتے ہیں کہ بہاری نے یقینی کہیں قلبیت پیمان ہی کا نتیجہ نہ ہو۔ غرض بڑی مشکل ہے۔ روایت کو صحیح نہ مانو تو ایمان

کے بچنے اور خطرے اور صحیح مانو تو عقل و استدلال کو بخش آیا جھک سے کہ عقل و استدلال روحانی معاملات میں کوئی وزن نہیں رکھتا لیکن یہ بھی تو ٹھیک ہی ہے کہ حال کو قال بنا کہ عوام کی بارگاہ میں شیخ کہہ دینا گویا طرح و تمذیل اور نقد و نظر کو دعوت دینا ہے۔ اس سبب طریقہ یہ ہوتا کہ اس طرح کے غیر معمولی احوال کو آلف کو صرف صوفیاء و اولیاء کی مجلسوں تک محدود رکھ کر اشاعت سے پرہیز کیا جاتا یا پھر ایسی کتابوں میں اشاعت کی جاتی جن کی پہنچ عوام تک نہ ہوتی۔ عوام کے دل و دماغ سے جب یہ احوال ٹکرائیں گے تو وہ ہی نتیجے تکل سکتے ہیں۔ یا تو وہ ان پر اعتماد کریں اور ولایت و دینداری کو ایک طلسمی سے سمجھ کر اولیاء اللہ کے مافوق البشر ہونے پر متیقن ہو جائیں یا پھر خندہ استہزاء کے ساتھ ٹھکرا دیں۔ یہ دونوں ہی نتیجے افسوسناک ہیں۔ اصل مقصد توحیح کی تفصیلت میں ان کے ماننا تھا اس سے اس کا کوئی جوڑ نہ لگا۔

کم وقت میں بہت زیادہ فاصلہ طے کرنے کی ایک اور روایت ملتا ہے۔ اس میں کمال یہ ہے کہ ایک اور بزرگ بھی جن میں برق رفتار داری کا یہ کمال نہ تھا دوسرے برق رفتار بزرگ کی صحبت میں قدم پر قدم چل کر منزل تک پہنچ جاتے ہیں۔ گویا اس تاویل کی بھی گنجائش نہیں چھوڑی گئی کہ بزرگوں کا پل بھر میں صد ہا میل پہنچ جانا ایک روحانی اور غیر مرنی عمل ہے، بلکہ ثابت کیا گیا کہ یہ عمل ایسا ہی مادی اور ٹھوس ہے جیسے امریکہ اور روس کے مواصلات فضا میں اُڑنے چلے جاتے ہیں۔

خیر اسے بھی مان لیا، مگر اس طرح کی کہانیاں بیان کرنے کا آخر فائدہ کیا ہے؟ مضرت تو صاف ہے کہ قرآن و سنت کی بیرونی شریعت کی پابندی اور اعلیٰے کلمۃ الحق کی جدوجہد کے عوض خیر العقول کرامتوں اور عجوبہ کاریوں کو بزرگی اور خدا شناسی کا میعار سمجھنے کا جو ہر عوام میں پھیلا ہوا ہے اسکی سمیت اس طرح کے افسانوں سے اور فردوں ہو جاتی ہے، غالباً ہمارے ارباب طریقت اسی ”مضرت“ کو ”فائدہ“ اور مفیاد رسیدگی“ اور نہ جلنے کیا کیا کمان کئے ہوتے ہیں۔

مثال ہے۔ کلاسے دنیا پرستوں اور تصوف سے محروم لوگوں کو اسے  
گدگدانا اُفتادگی اور عزت نفس کی موت کا منظر نظر آئے۔  
لیکن واقعہ یہ ہے کہ مرتج و مقبول تصوف ایسی ہی اُفتادگی  
منغلویت، سیمارگی اور شکستہ پائی کو روحانی ارتقاء کا زینہ  
قرار دیتا ہے۔ بلکہ شاید روحانیت کی مہراج ماننا ہے خاتون  
مذکورہ کی تمکنت آمیز شناسا نہ چھلیں ان کے منصب اعلیٰ کی پیمانہ  
ہیں۔ کس شاندار انداز میں درہم پھینکے ہیں اور شیخ کی بے دروغ  
نیما ز مندی بھی دیدنی ہے کہ کس نے تکلفی سے ان درہموں کو  
قبول فرمائے گئے۔ اب ظاہر ہے یہ درہم ہونے ہی ایسے  
بارکت چاہئیں تھے کہ شیخ دس سال بھی صبر نہ کھتے تو انھی  
سے گد زبیر چلتا۔

چلتے ہم اپنا طنز بہ بصرہ واپس لیتے ہیں اور اس کہانی  
کی ایسی عمدہ توجیہ کرنے پر تیار ہیں جس سے یہ دونوں سنیاں  
درجہ اول کی ولی بھی جاتیں اور توکل یا عزت نفس وغیرہ کی بحث  
بھی لپیٹ کر رکھے دیتے ہیں، لیکن آخر آپ اس کہانی سے  
تاثر کیا دینا چاہتے ہیں؟ کونسی حقیقت ایمان رہے جسے اسکے  
ذریعہ عوام کے حلق سے اتار اجا رہا ہے۔ فرض کیجئے آپ کا یہ  
ادعا سلیم ہی کر لیا جائے کہ اُوچے درجے کی طریقت میں توکل  
اور عزت نفس جیسی اسلامی اقدار جو ملی بدلتی ہیں اور سفر  
میں زاد راہ لیجانے کا شریفانہ طریقہ "حالی" کے مرادف ہے  
تب بھی یہ نکات و لطائف اور اسرار اور رموز آپ ان نصیب  
عوام کے آگے کیوں رکھ رہے ہیں جنہیں ولایت کی اوج بھی  
معلوم نہیں، جو طریقت کی پانچویں بھی پاس نہیں کئے ہوئے  
ہیں اور جو بالعموم صرف نسلی اور روایتی مسلمان ہیں ورنہ معائنہ  
کے ہر گز لگاؤ اور علماء کی باہمی تفسیق اور نفاق و نزاع نے  
انہیں اسلام کے مبادیات تک سے ہر گز رکھ چھوڑا ہے۔

صفحہ ۱۱ پر حکایت ہے۔

"حضرت ذوالنون عسری فرماتے ہیں کہ میں نے ایک  
نوجوان کو کعبہ شریف کے پاس دیکھا کہ دمام رکوع و سجود کر رہا  
ہے میں نے پوچھا کہ ٹہری کثرت سے نمازیں پڑھ رہے ہو وہ کہنے  
لگا کہ ویسی وطن کی اجازت مانگ رہا ہوں۔ اتنے میں نے

اسی کتاب کے صفحہ ۲۳۶ پر ہے کہ "شیخ بنان فرماتے ہیں  
کہ میں مصر سے حج کو جا رہا تھا میرا توشہ میرے ساتھ تھا راستے  
میں ایک عورت ملی کہنے لگی کہ بنان تم بھی حمال (مزدور) ہی ٹکر  
توشہ لادو لے لے جا رہے ہو تمہیں یہ درہم ہے کہ وہ تمہیں روزی  
نہیں دے گا۔ میں نے اس کی بات سن کر اپنا توشہ پھینک دیا  
تین دن تک مجھے کچھ کھانے کو نہیں ملا۔ راستے میں چلتے چلتے  
مجھے ایک یازیب پڑا ہوا ملا۔ میں نے یہ سوچ کر اُٹھا لیا کہ  
اس کا مالک مل جائے گا تو اس کو دیدوں گا شاید اسیر مجھے  
کچھ دیدے۔ وہ عورت پھر سامنے آئی اور کہنے لگی کہ تم دکاندار  
ہی تھکے کہ وہ یازیب کے عوض میں شاید تمہیں کچھ دیدے اور اسکے  
بعد اس عورت نے میری طرف کچھ درہم پھینک دیئے کہ لو یہ  
خرچ کرتے رہو۔ میں نے ان کو خرچ کرنے شروع کر دیئے اور  
وایسی ہیں مجھے مصر تک کا گویا۔"

مولانا کی داستان میں یہ عوام کو ہدایت بخشنے والی اصل  
کہانیاں ہیں معلوم نہیں یہ عالی مرتبہ خاتون کون ہوں گی۔  
ظاہر ہے اُوچے پاسے کی ولی ہی رہی ہوں گی۔ ان بان کیجئے  
کہ پہلے ملیں تو توشہ پھینکا دیا اور پھر شیخ بنان کو یازیب ملی تو  
کوندے کی طرح پھرنے لگا آپہنیں شیخ بنان ویسے تو یقیناً بہت  
بڑے صوفی ہوں گے، لیکن تصوف جیسے علم دریائی کی تہاہ کو  
کون پہنچا ہے انہیں ابھی تک اس گہرے ادب تصوف کا پتا  
نہیں تھا کہ سفر میں توشہ لے جانا گھٹیا بات ہے خاتون موصوفہ  
کو خجوراً انہیں آداب تصوف سے بہرہ ور کرنے کی زحمت  
اُٹھانی پڑی۔ پھر شیخ کی سعادت مندی دیکھئے کہ ایک اجنبی  
عورت کے صرف ایک چلتے ہوئے فقرے پر کس پر خشکی سے  
توشہ پھینکا یا۔ شاید ان کی چٹھی جس نے بنایا ہو گا کہ موصوفہ  
اُوچے درجے کی مرشدہ ہیں اور اس سعادت مندی کے پیچھے  
چونکہ اعلیٰ درجے کے تصوف ہی کی کار فرمائی تھی اس لئے  
ظاہر ہے کوئی ایسی حدیث، ایسا اثر، ایسا شرعی سبق کیوں یاد  
آئے لگا تھا جس میں توکل کے اس راہبانہ اور نفسی تصور کی ترویج  
کی گئی ہو۔ یازیب بڑی سنے شیخ کا یہ سیکسی آمیز فقرہ بھی کہ شاید  
اس پر مجھے کچھ دیدے "موصوفانہ مظلومیت و بے بسی کی جرم انگیز

دیکھا کہ ایک کاغذ کا پرچہ اوپر سے گرا اس میں لکھا ہوا تھا کہ یہ اللہ جل شانہ جو بڑی عزت والا مقصد والا ہے، کی طرف سے اپنے سچے شکر گزار بندے کی طرف ہے کہ تو واپس چلا جا اس طرح کہ تیرے اگلے پچھلے سب گناہ بخش دیئے گئے۔

اب ظاہر بات ہے کہ جب ذوالنون جیسے مشہور صوفی و شیخ کا ہم آگیا تو عقل و دانش کو گویا چھٹی مل گئی اور قاری پر وہاں ہوا کہ جس طرح بھی ہوا اس روایت کو سہم کرے۔ چلے سہم کرتے ہیں تاہم تجربہ سہم جو کچھ ہے اسے بھی دیکھتے چلیں۔

اگر یہ پرچہ اللہ کی طرف سے تھا جیسا کہ ظاہر روایت سے سمجھ میں آتا ہے تو کہنا چاہئے کہ ہمارے بعض اسلاف وحی کے ایک ایسے طریقے سے بھی متعرف کئے گئے ہیں جس کی ہوا کسی غیر کو بھی نہیں لگی۔ درایہ حجاب یا واسطہ ملک یا براہ راست قلب نبی پر نزول وحی کے طریقوں سے تو ہم اور آپ آشنا تھے۔ لیکن اس کا وہم بھی نہ تھا کہ اللہ اپنے تحریر فرمودہ پرچے بھی خاص بندوں کو بھیج دیا کرتا ہے۔ حیرت ہے بسا ارض پر اللہ کی اپنی تحریر سے مزین پرچہ کیسے کس کس گمانی میں جا چھا۔ ایسے تو نہ صرف محفوظ ہونا چاہئے تھا بلکہ تمام عالم میں اس کی منقرد قسم کی شہرت اور چرچا ایک قدرتی بات تھی۔ نہ جانے یہ مکتوب الیہ یوحنا کس غشی کا بنا تھا کہ اللہ کی تحریر پائی اور اسے ایسا غائب کر دیا کہ جیسے اس کی کوئی حقیقت ہی نہ تھی اور خدا معلوم حضرت ذوالنون کس دل گروہ سے کے اہل اللہ تھے کہ نوشتہ خداوندی کا نزول اپنی آنکھوں سے دیکھنے کے باوجود اس کی اشاعت و حفاظت کے واسطے کو دیا گئے۔

اور اگر اسے اللہ کے حکم سے کسی فرشتے نے لکھ بھیجا تھا تب بھی یہ کوئی معمولی چیز نہ تھی۔ فرشتے کی تحریر کس نے دیکھی ہے اس عجب چیز کو تو پر قسمت پر محفوظ رہنا ہی چاہئے تھا اور اسکے تذکرہ دل کو تو اتر کا درجہ مل جانا تھا مگر اسے حیرت کہ یہ نہ کسی میوزیم میں ہے نہ شاہی لائبریریوں میں۔ نہ کتب متداولہ میں لکھا ذکر تحریر ہے نہ اہل اللہ اس کی تلاش میں ہیں۔

ہماری سمجھ میں تو ہی آتا ہے کہ اگر اس روایت کی نسبت حضرت ذوالنون کی طرف ٹھیک ہے تو جو پرچہ چاہو، لے

ایک اور بات کھلتی ہے۔ اگر غیر مسلم حضرات واقفیت اسلام کی نیت سے اس نوع کی کتابوں کو پڑھیں تو ان پر کیسا بیٹے گی۔ ظاہر ہے کہ جن غیر مسلمین میں تصور پرستی، تقدیری جہود اور اٹھو پسندی کا میلان پایا جاتا ہے انھیں تو اسلامی لٹریچر سے کوئی دلچسپی نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ جہانگیر ہمارے ارد گرد کے غیر مسلمین یعنی اہل ہندو کا نعلن ہے ان کے پاس تو اپنا ہی خیالی اور ما بعد الطبعانی لٹریچر اتنی دافرقتدار میں موجود ہے کہ مذکورہ قسم کے افراد کی تسکین و تفریح کے لئے بالکل کافی ہے اور کوئی وجہ نہیں کہ وہ اس کے دائرے سے باہر قدم نکال کر اسلامی لٹریچر کو تھپانے کی زحمت اٹھائیں۔ البتہ جن حضرات کی طبیعت سحر کیش اور طلسم پسند نہ ہونے کے باعث اپنی روایات سے مطمئن نہیں ہے اور عقل و فکر نے انھیں ذہنی حدود و محفل سے نکال کر دوسرے مذاہب پر نظر ڈالنے کا داعیہ بخشا ہے وہ ضرور اسلامی لٹریچر پر آنے ہو سکتے ہیں اور خصوصیت سے تبلیغی جماعت کا لٹریچر دیکھ سکتے ہیں۔ اب اندازہ کیجئے غیر مقبول تحلیل پرستی انسانہ نظری اور تقلیدی عقیدت مندی سے اکتایا ہوا ذہن جب اس لٹریچر میں بھی بہی سب کچھ پائے گا اور توقع کے برخلاف یہی دیکھے گا کہ اسلام بھی مسائل حیات سے سجدہ و تہنیل استدلال

جائیں گے۔

ایک ہی فائدہ تھا اور اس حکایت کے بیان سے وہ کس قسم کے نبی فائدے کی توقع رکھتے ہیں۔ ہماری مونی عقل میں تو صرف ایک ہی فائدہ آتا ہے کہ عقیدت کیش اور تصور پرست قارئین کی کھوپڑیاں تو اس طرح کی کہانیوں سے ہوا میں زرقندیں لگانے لگیں گی اور عام قسم کے قارئین علماء و صوفیاء کی صداقت نگاری اور حقیقت پسندی سے اور زیادہ بدگمان ہونے چلے جائیں گے۔

ایک اور بات کھلتی ہے۔ اگر غیر مسلم حضرات واقفیت اسلام کی نیت سے اس نوع کی کتابوں کو پڑھیں تو ان پر کیسا بیٹے گی۔ ظاہر ہے کہ جن غیر مسلمین میں تصور پرستی، تقدیری جہود اور اٹھو پسندی کا میلان پایا جاتا ہے انھیں تو اسلامی لٹریچر سے کوئی دلچسپی نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ جہانگیر ہمارے ارد گرد کے غیر مسلمین یعنی اہل ہندو کا نعلن ہے ان کے پاس تو اپنا ہی خیالی اور ما بعد الطبعانی لٹریچر اتنی دافرقتدار میں موجود ہے کہ مذکورہ قسم کے افراد کی تسکین و تفریح کے لئے بالکل کافی ہے اور کوئی وجہ نہیں کہ وہ اس کے دائرے سے باہر قدم نکال کر اسلامی لٹریچر کو تھپانے کی زحمت اٹھائیں۔ البتہ جن حضرات کی طبیعت سحر کیش اور طلسم پسند نہ ہونے کے باعث اپنی روایات سے مطمئن نہیں ہے اور عقل و فکر نے انھیں ذہنی حدود و محفل سے نکال کر دوسرے مذاہب پر نظر ڈالنے کا داعیہ بخشا ہے وہ ضرور اسلامی لٹریچر پر آنے ہو سکتے ہیں اور خصوصیت سے تبلیغی جماعت کا لٹریچر دیکھ سکتے ہیں۔ اب اندازہ کیجئے غیر مقبول تحلیل پرستی انسانہ نظری اور تقلیدی عقیدت مندی سے اکتایا ہوا ذہن جب اس لٹریچر میں بھی بہی سب کچھ پائے گا اور توقع کے برخلاف یہی دیکھے گا کہ اسلام بھی مسائل حیات سے سجدہ و تہنیل استدلال

کے متعلق ہیں عرض کیے ہیں کہ اس مقام سے دست برداری ہی اسکے  
ادرا اس عاجز کے حق میں بہتر ہے گی۔ اس کے متعدد وجوہ ہیں  
اول تو "سماں مونی" اور "فاتحہ" اس طرح کے غیر اہم نسخے  
موضوعات میں کہ ان پر بروقت ضرورت اپنے خیالات بدل  
طور پر پیش کر دینے کے بعد مسلسل دستاویز بحث و نزاع کی ضرورت  
نہیں ہے۔ ہم جو کچھ حق سمجھتے تھے ظاہر کر کے دوسرے لوگ اگر  
اس سے حق نہیں ہیں تو انھیں بھی اپنے خیالات پیش کرنے کا  
حق ہے اور یہ بھی حق ہے کہ اگر مارے اظہار کو وہ بہت زیادہ  
اہم سمجھتے ہیں اور اپنے موقف کی صحت پر انھیں شدید  
اصرار ہے تو جتنا جاہل پروردگار گڑھ کریں۔ یہ ضروری نہیں ہے  
کہ ہم براہ راست ان کے تعاقب میں لگے رہیں۔ ان کی راہ اور  
ہماری راہ اور ہے۔

دو حکم ہم ذکرہ جو ابی مفاہین پڑھنے کے بعد بالکل  
مشفق ہیں کہ جن شخصوں نے انھیں پاس کیا وہی مذہب  
شکون اور مینہ شرکات بھلا لکھا ہو، لیکن فی الواقع ہمارے  
دہان استدلال کا کوئی بھی دانت ہلاکت نہیں ہے۔ اہل نظر  
جانتے ہیں کہ جواب کا محض جواب ہونا اس کے وزنی ہونے  
کی ضمانت نہیں ہوتا اور یہ بھی جانتے ہیں کہ دنیا کا کوئی  
مسئلہ ایسا نہیں ہے جس میں اختلاف رائے رکھنے والا ہر فریق  
دلائل کے اعتبار سے لگا سکتا ہو۔ انھوں نے اگر یہ سمجھ لیا ہے  
کہ بہت سے صفحات لکھ کر انھوں نے ہمارا منہ پھیر دیا تو  
اس خوش نصیب پر ہم انھیں مبارکباد دینے اور عامۃ الناس  
سے عرض کریں گے کہ آپ ہماری معروضات اور محیب کے  
جوابی مفاہین کا بغور مطالعہ فرمائیے تاکہ جس موقف کو صحیح تصور  
کریں اسی پر ہم جانتے ہیں اور اس کا ارمان نہ کریں کہ مدیر تجلی  
اپنے وقت کی خاطر مزید جھجک مارے گا۔ اس سے اجتناب کا  
اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ لوگ "فاتحہ بازی" کو مسلسل  
بنائیں اور مردوں کی ارواح سے تعلقات قائم کریں۔ مردہ  
پرستی تو بدعت ہے ہمارے قوم کا طرہ امتیاز نہیں ہے۔ جب  
انجا دوزخ قنک کے علمبرداروں کے پاس نوحہ ہونا دلائل  
کی کمی نہیں ہے تو "مردہ پرستی" کے جواز پر دلائل کا قحط

کے ساتھ عمدہ ہر آنے کے عوض اسی جامد روایت پر تکی تصور  
کبھی اور فضل سوز ماورائیت کو فوقیت دیتے ہیں جس سے ننگ لگے  
میں اس کی طرف مائل ہوا ہوں تو اس کے احساسات کیا ہوں گے  
ہم سمجھتے ہیں "فضائل حج" ہی کی چند رککات کے  
اس جائزے سے تبلیغی جماعت کے ذمہ داروں کیلئے غورو  
فکر کا راستہ کھل گیا ہے اور وہ خود پسندی و نخوت کا شکار  
نہ ہوں تو اتنا تو انھیں ٹھنڈے دل سے سوچنا ہی چاہئے کہ  
مدیر تجلی کی بجواس میں کوئی بات کام کی بھی ہے یا نہیں۔  
گاہ باشد کہ کو دک ناداں بہ بدن بر غلط زندگی سے

ہم اگر ضرورت ہوتی تو آنت دہ دیگر کتب سے بھی  
کچھ اقتباسات پیش کریں گے تاکہ جماعت مذکورہ کے سربراہوں  
کو اپنے طرز فکر پر تنبیہ ہو اور نہ ہو تو کم سے کم اس کے نیگند  
شکر کا رتو یہ بات جان لیں کہ جو خوش رنگ یادہ روحانیت  
وہ ذرے اخلاص کے ساتھ بی رہے ہیں اس میں ایم کا مرت  
بھی شامل ہے۔ بیشک ایم بھی بعض حالتوں میں مفید ہوتی ہے  
اور جس طرح شراب کے پیالے میں کچھ دیر کے لئے افکار و  
آلام ٹھو جو جاتے ہیں اسی طرح ایم بھی درد و غلغلہ کا احساس  
کوشن اور شل کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے، لیکن ہر موشند  
جانتا ہے کہ نہ تو شراب کسی ریح و اہل کا واقعی علاج ہے نہ  
ایم کسی درد کو بکھڑا کر سکتی ہے۔ و اما علینا اللہ الباقی

کئی ماہ ہوئے ہم نے حیدرآباد کے  
**اعتذار** ایک ماہنامے

میں شائع ہونے والی تفسیر کے ایک بزرگچہ حرکت کی تھی اور  
اس کے بعد انھی مفسر کی ایک کتاب "جواز فاتحہ" پر ناچی ہوئی  
کے تجلی میں کچھ لکھا تھا۔ جناب مفسر نے پہلے تو مقدمہ الذکر حرکت کے  
سلسلہ میں ۲۰ صفحات پر مشتمل "بالتا خود" دندار لکھ کر جوابات  
شائع فرمائے۔ پھر اکتوبر شمارے کے شمارے میں مؤخر الذکر تحریر  
کا مضمتل رد کیا۔ اسی پر بس نہیں حیدرآباد کے بعض روزناموں  
میں اشہار شائع کر ائے گئے جن کے کٹنگ بعض ان روزستوں  
نے ہمیں ڈاک سے بھیجے ہیں جن کا اصرار ہے کہ ہم جواب لکھیں  
لکھیں۔ ہم ان تمام دوستوں سے جو تجلی میں اس جواب لکھنا

کیوں ہونے لگا۔

نو حکم ان مضامین کا مزاج و انداز مبارزہ طلبی کا ہے جسے "مناظرہ بازی" سے بھی تعبیر کر سکتے ہیں۔ جہانگیر جماعت اسلامی کی حمایت کا سوال تھا ہم اس کی خاطر مناظرہ بازی تو کیا، دست بردست جنگ تک کر سکتے تھے اور اس کی خاطر تجلی کا ایک ایک صفحہ اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ وقف کر دینے میں ہمیں کوئی تاثر نہ تھا۔ کیونکہ ہماری نظر میں "جماعت اسلامی" کا مسئلہ ایک ٹھوس علمی مسئلہ ہے جس کا تعلق اجنبی سے دین، اصلاح امت، فطرح دارین اور اینٹ پتھر کی دنیا کے حقیقی سوالات سے ہے۔ اس کی خاطر اینٹوں کی مخالفت اور غیروں کی دشمنی کو ہنسی خوشی سہ جانا تو کی ہم ضرورت پڑنے پر سرسبز کی بازی لگانے کو بھی عین سعادت اور موجب نجات سمجھتے رہے ہیں، لیکن مذکورہ قسم کے خیالی اور دراز کار موضوعات پر بریل کئے جانے والے مناظروں میں حصہ لینا ہمارے لئے سخت دشوار ہے۔ آپ اگر سنجیدہ و سلیم مزاج رکھتے ہوں تو ان دنوں جو ابی مضامین کو بغیر نظر نہ کر دیکھتے کہ ان کی نگری کیسے ہے ان کا انداز بیان کس پائے کا ہے اور ان میں لب و لہجہ اور زبان کس صفت کے لوگوں کی استعمال ہوئی ہے ہم ناگفتہ اپنی اس کمزوری اور نارسائی کا اعتراف کرتے ہیں کہ تیسرے درجے کے چائے خانوں کی فضا میں گفتگو کرنا ہمارے بس کی بات نہیں اور ان مضامین کے وجدان خواہش طرز کلام سے آنکھ ملانا ہماری استطاعت سے باہر ہے۔ اگر محترم ہر "دندان شکن" معترض کا تعاقب کرنے لگیں تو یقین کیجئے کہ ہمارے پاس آئے دن ایسے متعدد دوسٹر، طرکٹ اور کتب و رسائل آتے رہتے ہیں جن میں ہماری تحریروں سے لیکر ہماری ذات تک کو جی بھر کے نشانہ بنایا جاتا ہے اور ان کو منہ لگانے کا مطلب یہ ہو گا کہ ہم ساری زندگی لغویات میں کھیا دیں۔

ہمارے دو ہی مضامین نہیں ہیں جو ہمارے رد میں لکھے گئے ہوں۔ آئے دن ایسا ہی ہوتا رہتا ہے کہ ہندو پاک کے بعض اخبارات و رسائل میں ہماری حقیر تحریر کو موقوف بحث بنا لیا جاتا ہے۔ مثلاً ابھی پچھلے مہینے اہل حدیث کے

مؤرخ جریدے "منہاج" (دلاہور) نے "تجلی کی ڈاک" سے ہمارے اس مفصل جواب کو جو "ٹخنوں سے نیچے پانچاٹے" کے مسئلہ پر ہم نے سپرد قلم کیا تھا اس نوٹ کے ساتھ نقل کیا کہ ہمارے نزدیک یہ حقیقی ہے۔ اس پر ایک ہندو گوار کو تاؤ آیا کھلا یہ کیسے تحقیقی ہو سکتا ہے اور جو ابی مقالہ رسید فرمایا۔ یا مثلاً "پیر جماعت علی شاہ کی ایک تحریر پر ہم نے تجلی میں لکھا تھا کہ بعض پر جوہوں نے نقل کیا تو اہل بدعت کی طرف سے اسپر کئی جو ابی مضامین دئے گئے۔ یا مثلاً ہم نے "بسم اللہ کے جنر و قرآن ہونے نہ ہونے کے بارے میں ائمہ و فقہائے خیالات پر مشتمل مختصر سا مضمون لکھا تھا اس کے رد میں دہلی کا ایک اہل حدیث جریدے نے تلخی جہاد شروع کیا جو قسط وار نامہ تحریر جاری ہے۔ یہ چند تازہ مثالیں ہیں۔ ہمیں بتائیے ہم کس کس کے پیچھے دوڑیں اور کہاں تک جو اب دہی کریں۔ جن حضرات کو تجلی سے محبت و عقیدت ہے ان کی یہ خواہش قدرتی ہے کہ تجلی پر معترض کی خبر سے اور یہ ان بحث میں شکست نہ کھائے لیکن ہم اپنی اذیت و طبع کو کیا کریں وہ علمی و دینی اختلاف رائے کو حجت ہمارے نقطہ نظر سے دیکھتی ہی نہیں اسے یہ احساس بالکل نہیں سستا کہ مدیر تجلی کی خاموشی کو اعتراف شکست قرار دے کر مخالفین بغلیں بجاتے پھریں گے اور اس کی عظمت و شہرت پر حرف آئے گا یہ شاید بے حسی اور احساس کمتری ہی ہے کہ اس لالائی مدیر کو آج تک ذاتی وقار و شہرت کا ذرا بھی شعور نہیں ہوا نہ اس نے کبھی اس لئے کوئی چیز لکھی کہ اس کی اشاعت اس کے وقار و عزت میں اضافہ کا موجب ہوگی وہ تو بس اُنھی موضوعات پر قلم گھستار ہے جنہیں اس کی سوجھ بوجھ نے قوم و ملت کے لئے مفید اور بر محل جانا۔ یہ الگ بات ہے کہ کوئی بھی ہم سے کبھی غیر مفید و مفید اور بے محل کو بر محل سمجھ لیا ہو یا اظہار و بیان میں پھوڑ پین کا ثبوت دیا ہو۔ مناظراتی فتح و شکست اور ذاتی وقار کی بنیاد پر اس نے بہر حال کبھی کچھ نہیں لکھا۔

پنجم تجلی جن محل عنوانات پر مشتمل ہے ان کا حق ادا کرنے کے بعد صفحات ہی کہاں بچتے ہیں کہ دنیا بھر سے تو ہمیں میں کھانے اسی بار دیکھ لیجئے "تجلی کی ڈاک" کے صفحہ فاقب ہو گئے

تبصرے کے لئے تقریباً چالیس نکل کتابیں تشریف فرما ہیں جبکہ کافی صفحات اسی اشاعت میں دیئے جا چکے ہیں۔

ان متعدد وجوہ کی بناء پر ہم ان شخص دوستوں سے معافی چاہیں گے جو جواب الجواب پڑھیں۔ وہ ان وجوہ کو اگر غذیر لنگ قرار دے کر ہمارے سکوت کا مطلب کم علمی و نا اہلی سمجھیں تب بھی ہمیں اعتراض نہیں۔ ویسے ارادہ ضرور ہے کہ موقع ملنے پر لائق جواب اعتراضات کا کچھ نہ کچھ ذکر کر کے ہی ڈالیں گے۔

### اگلا پرچہ شائع نہیں ہوگا

ناظرین تجلی کے لئے اب یہ بات غیر معمولی نہیں رہی کہ کبھی کبھی وہ دو چینی کی مشترکہ اشاعت کا انتظار کیا کریں۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ رسالے کو ہر ماہ ٹھیک وقت پر لانے کے لئے مسلسل اور بے خلل انہماک کی ضرورت ہے اس میں اضطراب و خلل پیدا کرنے والے اسباب آئے دن نہیں آتے رہتے ہیں جن پر کبھی تو یہ ناچیز قابو پالیتا ہے اور کبھی ان کے آگے ہتھیار ڈالنے پڑتے ہیں۔

ہتھیار ڈالنے ہی کی صورت میں اس کے سوا چارہ نہیں رہتا کہ ایک ماہ کا اعلان التوا کر دیا جائے۔ اب کی بھی ایسی ہی صورت درپیش ہے۔ ہمیں پورا احساس ہے کہ تجلی سے گہرا تعلق خاطر رکھنے والوں کے لئے یہ ایک ماہی خلا خاصاً تکلیف دہ ہوتا ہے۔ لیکن

اس تکلیف بردہنی ندامت و تاسف کا اظہار کرتے ہوئے ہم انھیں تجلی کی اس مخصوص نوعیت کا احساس دلائیں گے کہ اس جیسے کا تقریباً سارا ہی مداخلہ خود عاجز نہ کے دشواریات قلم پر ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو میری ہنگامی معذوریوں سے اشاعت میں خلل کا

سوال پیدا نہ ہوتا۔ لیکن بحال موجودہ اس کے سوا کیا کیا جاسکتا ہے کہ معذوریوں کے امتیصال کے لئے تھوڑا سا وقفہ حاصل کر لیا جائے۔ انشاء اللہ فروری و مارچ ۱۹۵۹ء کا مشترکہ شمارہ یکم مارچ ۱۹۵۹ء کو شائع ہوگا اور حسب سابق مندرجہ

کوشش کرے گا کہ بہتر سے بہتر مواد پیش کر کے تکلیف اور تھکان کی تلافی کرے۔ سابقہ اشاعت میں ڈاک نمبر نکالنے کے سلسلہ میں ناظرین سے جو مشورہ طلب کیا گیا تھا اس پر پوری توجہ دی گئی ہے اور کافی خطوط و روزانہ موصول ہو رہے ہیں۔ انشاء اللہ مشترکہ شمارے ہی میں وہ فیصلہ شائع کیا جائے گا جس پر اعلان ہوگا۔

کی روشنی میں عمل درآمد ہوتا ہے۔ میں تمام ناظرین سے التجا کرتا ہوں کہ اپنی دعاؤں میں خاص طور پر مجھے یاد رکھا کریں۔ واقعہ یہ ہے کہ تجلی کا ایک خاص معیار کے ساتھ طویل مدت تک زندہ رہنا مخلصین کی دعاؤں ہی کا فیصل ہے ورنہ حالات جیسے کچھ رہے ہیں اور خود میری دائم الغرضی نے جس میں طرح حوصلہ و ہمت کی کڑی آزمائش کی ہے اس سے عہدہ برآ ہوا غلطی محال ہی تھا۔

### دین و شریعت

امولانا منظور نعمانی کی تازہ تصنیف جو بہت مفید و سوسطہ مباحث پر مشتمل ہے قیمت مجلد تین روپے (آپ کی تین اور کتابیں بھی ہم سے مل سکتی ہیں)۔  
(۱) اسلام کیا ہے افاق و شہداء ایڈیشن۔ مجلد ڈھائی روپے۔  
(۲) آپ حج کیسے کریں۔ مجلد دو روپے (۳) معارف الحدیث حصہ اول مجلد ساڑھے چار روپے حصہ دوم مجلد ساڑھے پانچ روپے

### ہندستان کی پہلی اسلامی تحریک

مشہور محقق عالم ندوی کی شہرہ آفاق کتاب حضرت سید شہید کی جلالی ہونی تحریک اور ان کے کارناموں پر تبصرہ و تنقید اور غیروں کی غلطیوں کی نشاندہی اور تردید وغیرہ۔ ڈھائی روپے۔

### تاریخ عالم

حضرت آدم سے لیکر رسول اللہ تک کے تمام انبیاء کے حالات مع تاریخ پیدائش و وفات۔ اور مکمل تاریخ اسلام اور دیگر اقوام عالم کی تاریخ کے علاوہ دنیا کے مشہور ممالک اور ریاستوں کی تاریخ مجلد ساڑھے چار روپے۔

### الغزالی

شہرہ آفاق عالم امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ پر مولانا شبلی نعمانی کی تحقیق و تصنیف، مایاب شے ہے۔ قیمت دو روپے۔

### اسلام اور انسانی قانون

علامہ ابن قیم کا ایک عجیب مضمون جس میں نفیس کتاب ترجمہ چالیس روپے

### سہ باب ذریعہ

۹۹ مثالوں کے ذریعہ بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی شے کو حرام کرتا ہے تو اس تک پہنچانے والے تمام مسائل و ذرائع کو بھی ممنوع کر دیتا ہے۔ قیمت دس آنے۔

مکتبہ تجلی دیوبند (دیوبند)

مؤین حارث (حدیث کے موضوع پر ایک عظیم کتاب) مجلد ساڑھے چھ روپے۔

# تاج پینے والی کے چند تحفے

آرڈر میں صرف  
نمبر لکھنا کافی  
ہوگا

جلد طلب فرمائیے  
ممکن ہے پھر تعمیل  
نہ ہو سکے

**حاصل ۲۴ بلاترجمہ**  
جیسی ساڑھ اور اتنی پتلی کر جیب  
میں آسانی سے آجاتے۔ لکھائی  
چھپائی روشن۔ ہدیہ تین روپے۔

**حاصل ۲۶ بلاترجمہ**  
جلد خوشنما ہلکے کوڑھی کی  
کچھ بڑی (ناہ جمانے) بہت  
ہی نفیس اور روشن لکھائی۔ ہدیہ پانچ روپے۔

**سورۃ یسین مترجمہ**  
بہت ہی حسین نفیسی نسخہ۔ لکھائی  
چھپائی ایسی کر دیکھتے سب ہدیہ ۲۴  
روپے (تربہ ۲ روپے)

**یازدہ سورہ ۵۵ مترجمہ**  
آرٹ پر نفیس چھپائی  
اور خوشنما۔ قابل دید چھپائی  
ہے۔ ہدیہ ساڑھے تین روپے۔

**مجموعہ وظائف ۱۳۲۷ بلاترجمہ**  
بڑھیا کاغذ۔  
سرورچی چھپائی۔  
ہدیہ تین روپے۔ (دیہی چیز قد سے لے کے کاغذ میں لکھائی ہوئے)

**مناجات مقبول**  
میں قرأت عند اللہ و صلوات  
الرسول۔ معیاری لکھائی چھپائی  
ہدیہ ساڑھے تین روپے۔

**سورۃ یوسف مترجمہ**  
آرٹ پر دور دورگی چھپائی سے  
نفیس سبیل کا حاشیہ۔ نادل ساڑھ  
ہدیہ ایک روپیہ۔

**نماز مترجمہ کلاں**  
انچوں کپڑوں اور نماز کے تمام اجزاء پر  
انتقال حسین دور دورگی چھپائی۔ ۸  
ہدیہ اور وائی چیز چھپے نماز میں بہت

**نماز مترجمہ خورد**  
ہی خوشنما اور روشن ۴۴

**حاصل ۲۵ مترجمہ**  
ترجمہ احمد زین حانی خوشنما  
دل آویز۔ ہدیہ بارہ روپے۔

**قرآن ۶۵ مترجمہ**  
ترجمہ مولانا اشرف علی مہدی مخمّر  
تفسیر بیان القرآن۔ جوڑائی ۱۰  
انگل لمبائی ایک باشت ۳ انگل۔ کاغذ آرٹ۔ نفیس حنا  
حسین دول کش۔ ہدیہ چوبیس روپے۔

**قرآن ۶۷ مترجمہ**  
ای اور والد مہلتا، اس میں ذرا خوشنما  
ساڑھ اتنا ہی ہے۔ ۱۱ انگل۔ ہدیہ۔  
ترجمہ تفسیر مولانا اشرف علی مہدی مخمّر  
بہت ہی خوبصورت اور روشن لکھائی

**حاصل ۲۱ مترجمہ**  
چھپائی۔ ہدیہ نو روپے۔

**حاصل ۲۱/۵ مترجمہ**  
ای اور نمبر ۱ چھپائی کی جلد والی۔ ہدیہ  
ساڑھے دس روپے۔

**حاصل ۲۲ مترجمہ**  
ای اور نمبر ۲ ہلکے کے حسین کوڑھی  
ہدیہ سو ادس روپے۔

**حاصل ۳۳ مترجمہ**  
ترجمہ تفسیر مولانا اشرف علی مہدی  
صفحات ۵۵۰ ہدیہ سات روپے۔

**حاصل ۲۱ مترجمہ**  
ترجمہ جی ساڑھ عنایت کافی نمبر  
زمین حسین بیل دار حاشیہ بہت مشا  
اور خوبصورت چھپائی۔ ہدیہ نو روپے۔

**حاصل ۱۲ بلاترجمہ**  
جیسی ساڑھ عنایت کافی۔ شرح  
بیل کا حاشیہ۔ ہدیہ پانچ روپے۔

**حاصل ۱۹ بلاترجمہ**  
جیسی ساڑھ عنایت کافی  
رنگ کی چھپائی۔  
ہدیہ چار روپے۔

# تقسیم الحکیم ہدایہ

## آغاز بخاری کی تفہیم

اسی مظاہر سے کہ زیادہ سے زیادہ نفس و پاکیزہ بنائے کیلئے اس دن غسل اور تہلیل لباس وغیرہ کو پسندیدہ قرار دیا گیا کہ اس اجتماع سے اجتماع میں نظافت و لہارت کا اضافہ ہوتا ہے۔

یامثلًا رمضان اس لئے ذی برکت ہے کہ اس میں تہلیل و تہلیل عظیم المرتبہ کتاب نازل ہوئی اور نفوس کو تہلیل کا آکٹھان الخاص پر درگاہ منعمین کیا گیا جسے ”روزے“ کے نام سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور ایک زمانہ عبادت تجویزی کی گئی جو ”تراویح“ کہلاتی ہے۔ نیز یہ گروہ مقامات و مکانات کے بائیسے میں بھی یہی راستہ رکھتا ہے۔ اس کا خیال ہے کہ مکہ یا مدینہ یا بیت المقدس یا اور کوئی لائق صدا احترام مقام فی حد ذاتہ کوئی فضیلت و برکت نہیں رکھتا، بلکہ اس کی فضیلت و برکت ان خصوصیات کا ثمرہ ہے جو اس سے متعلق ہو گئی ہیں۔ مثلاً بیت اللہ صرف اس لئے افضل ہے کہ ابراہیم و اسمعیل علیہما السلام جیسے مقدس بزرگوں سے اسے تعمیر کیا ہے اور تعمیر کے بعد یہ مسلسل عبادت گاہ رہا ہے اور ظہور اسلام کے بعد اسے تمام دنیا کی ملت اسلامیہ کا مرکز عبادت قرار دے دیا گیا ہے اور اللہ جل شانہ کی دربار الوداد تجلیات اس کے ساتھ کچھ ایسی خصوصیات نسبت رکھتی ہیں کہ ان کا ادراک اگرچہ ممکن نہیں مگر روایتی علم ضرور حاصل ہے اور خدا کے بعض بزرگوار بندے ان کا وجدان و احساس بھی کر سکتے ہیں۔ یامثلًا مدینہ اس لئے محترم اور ذی فضیلت ہے کہ یہ دنیا کے سب سے بڑے پیغمبر کا ”دارالہجرت“ بنا، پھر اسے مستقر بنایا گیا اور اسلامی حکومت کا دارالخلافت قرار دیا گیا اور پیارے رسول کی حیات مبارکہ کی بیشمار یادگاریں اس کے دامن میں جلوہ افروز ہیں۔

یہ مسئلہ بعض اوقات و مقامات فی نفسہ مبارک اور ذی فضیلت ہیں یا نہیں ویسے تو ایک کلامی مسئلہ ہے اور کلامی مسائل عموماً علمی اعتبار سے لا حاصل ہی ہوا کرتے ہیں، لیکن اس کے مثبت پہلو کو جب سے بعض لوگوں نے اعمال و افعال کی تخصیص تعین کے لئے استعمال کرنا شروع کر دیا ہے اور بہت سی چیزیں اس کی آڑ لے کر اختیار کر لی گئی ہیں تو اس کی فضیلت ضرور کلامی ہی نہیں رہ جاتی بلکہ عملی اور ٹھوس مادی بھی ہو جاتی ہے ظاہر ہے اس صورت میں اس پر وقت صرف کرنا اور تجویز کی زحمت اٹھانا لایعنی نہیں قرار دیا جاسکتا۔

ایک گروہ کہتا ہے کہ کسی زمانے اور وقت میں فی ہذا ذاتہ (بجائے خود) کوئی برکت یا خصوصیت نہیں ہوتی ہے، بلکہ بعض مبارک اعمال و افعال جو اس زمانے میں واقع ہوتے ہیں ان کی وجہ سے یہ زمانہ یا وقت مبارک ہو جاتا ہے۔ جیسے ایضاً القدر ایوم جمعہ اور ماہ رمضان وغیرہ کہ ان میں فی حد ذاتہ کوئی برکت و خصوصیت نہیں، بلکہ دیگر اوقات کے مثل ہیں۔ ہاں خارج سے ان میں فضیلت و برکت آتی ہے۔ مثلاً ایضاً القدر اس لئے ہزار ہینوں سے بہتر درجہ ہے کہ اس میں ملائکہ اترتے ہیں، باری تعالیٰ کی تجلی ایک خاص خاص الزام سے ہوا ہے دنیا پر پڑتی ہے اور اُس ”روح“ کا نزول ہوتا ہے جس کا ادراک اور فہم تو کسی کے لئے ممکن نہیں۔ البتہ خاص طرح کے بستگانِ خدا کو احساس و وجدان ضرور ہو سکتا ہے۔ یامثلًا جمعہ کو اس لئے برکت حاصل ہے کہ یہ دن امت مسلمہ کے مبارک اجتماع کا دن ہے جس میں ایک نماز عبادت کے ذریعہ متوسط پیالے پر امت مسلمہ کے باہمی اتحاد و ارتباط کا مظاہرہ کیا جاتا ہے

یہ گروہ بہت سے تلمیذین، فلاسف اور مناظر کے علاوہ امام ابن العمام، شافعی، رازی اور ابن تیمیہ جیسے مشاہیر پر مشتمل ہے۔ دوسرا گروہ وہ ہے جو اس خیال کو غلط اور گمراہ کن قرار دیتا ہے۔ اس میں سیوطی، سبکی، ملا علی قاری اور ابن تیمیہ جیسے اکابرین شامل ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ بعض ازمنہ و امکانہ یعنی رمضان اور بیت اللہ وغیرہ پہلے ہی سے خلقۃ فی حد ذاتہ برکت و فضیلت والے ہیں اور خصوصاً احوال و واقعات نے ان کی فضیلت میں اضافہ کیا ہے نہ کہ اس فضیلت کا مدار ہی ان احوال و واقعات پر ہے۔

اتنے بڑے بڑے حضرات کے درمیان ہم جیسا نا سچ اور بے حقیقت اگر فیصلہ و تحکیم کرنے لگے تو یہ مشکل خیز ہی ہو گا لیکن جب اس حقیقت پر نظر کی جائے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو شکر و قدر کی دعوت دی ہے اور ذہن و ذکاوت و عطا فرمائی ہے اور حق دیا ہے کہ ایمان کے سوا ہر انسان کی راستے کو عقل تدبیر کی کمیٹی پر پرکھ کر دیکھا جا سکتا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم اپنے دل و دماغ پر تالا لگا کے بیٹھ جائیں۔ پھر جب دونوں ہی طرف عالم رحال ہیں تو کسی ایک فریق کی ہمنوائی اور دوسرے کی تردید کا سارا ہی بوجھ شخص ہمارے ہی کا نہ ہے پر نہیں پڑ جاتا۔

ہمارا خیال ہے کہ جذبات سے بالاتر منطقی اور سنجیدہ حقیقت پسندی کے اعتبار سے پہلا ہی گروہ واقعیت سے زیادہ قریب اور ٹھوس فہم کی صداقت کا حامل ہے۔ دوسرے گروہ میں جہاں تک سیوطی و سبکی اور ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہم کا تعلق ہے ان کے بارے میں تو ہر وسیع علم و مطالعہ کا اعتدال پسند آدمی خوب جانتا ہے کہ بہت بڑے فاضل و عالم ہونے کے باوجود ان حضرات کی ایک خاص ذہنی افتاد ہے جو روایت و درایت اور عقلیت و ردو حائزیت کے ہر معرکہ میں انھیں آسانی نظرۃ اعتدال اور بے رحم غیر جذباتی انصاف کے موقف سے ہٹا کر جذباتیت اور ذراہیت کی طرف جھکا سکتی ہے۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہتے کہ ان حضرات کا قابل رشک علم و فضل حسین و اہول اور ذاتی و انفرادی رجحان و میلان سے اس طرح

اکمیز ہو گیا ہے کہ بارہا ان کے فیصلے کھترے اور سنگلاخ قسم کے عدل کا منظر نہیں ہوتے۔ اسی لئے ان کے ارشادات سے ہماری قوت فیصلہ بہت زیادہ متاثر نہیں ہوتی۔ لیکن شکل یہ آٹری ہے کہ زیر بحث مسئلہ میں ان کی ہمنوائی ابن تیمیہ کے شاگرد رشید ابن تیمیہ نے بھی کی ہے اور اس شد و مد سے کی ہے کہ ہم جیسے کمزوروں کو پسینہ آ گیا ہے۔ وہ طیش میں آ کر کہتے ہیں کہ یہ کیا جملہ سکتے ہو۔ کہیں ایسا ہو سکتا ہے کہ موسیٰ اور فرعون یا رسول اللہ اور ابو جہل میں فی حد ذاتہ کوئی فرق نہ ہو۔ کیا یہ ممکن ہے کہ کوڑا کرکٹ ڈالنے کی جگہ اور بیت اللہ کی تقسیم یکساں ہوں۔ خدا حکم دانا ہے کیا اس کی حکمت اس کی مقتضی نہیں تھی کہ قرآن ایک ایسے زمانے میں نازل کرے جوئی تقسیم مبارک ہو۔ یا ملائکہ کو ایسی رات میں آتا ہے جس میں بے لائے خود برکت موجود ہو یا خانہ کعبہ کے لئے ایسی جگہ منتخب فرمائے جس میں قبل ہی سے برکت پانی جاتی ہو۔

گویا امام رازی وغیرہ تو یہ کہہ رہے تھے کہ ازمنہ و امکانہ مبارک واقعات و احوال کی وجہ سے مبارک بن گئے لیکن ابن تیمیہ سمجھنا چاہتے ہیں کہ مبارک احوال و واقعات پیش ہی ان ازمنہ و امکانہ میں اس لئے آئے کہ یہ ازمنہ و امکانہ فی حد ذاتہ مبارک تھے۔ جوش اثبات اور فرط غیظ میں وہ اپنی تمار حقیقت پسندیوں کے باوجود اتنے بھگنے کہ جذبات اور عقائد کی درمیانی لکیر ہی مٹ گئی۔ کوئی حرج نہیں جوش اور غصے میں تو ایسا ہوتا ہی ہے۔ ہم ان کی بے انداز رفعت و علم و ہنر کے آگے سر عقیدت خم کرتے ہوئے یہ تمام عجز و ادب عرض کرتے ہیں کہ اس باب میں وہ غیر ارادی طور پر جذباتی ہو گئے ہیں اور ان کے استدلال کا سارا مظننہ اور شکوہ جذبات ہی کے اُس رنگ و روغن پر منحصر ہے جسے اگر تھرج دیا جائے تو عمارت زمین پر آ رہتی ہے۔ ویسے یہ یقیناً ماننا پڑے گا کہ جذبات کا رنگ و روغن کھرنے کوئی آسان کام نہیں ہے۔ خصوصاً جب فرعون و موسیٰ اور ابو جہل و محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات و اختیارات رکھنے والی ہستیوں کا ذکر تقابلی حیثیت میں آجائے تو بہت مشکل ہے کہ انبار کی تقدیس و تحریف پر ایمان رکھنے والے جذبات سے بالکل بیخبر

ہو سکیں اور عقلی توازن قائم رہ سکے۔ مولانا قاسم رحمۃ اللہ علیہ جیسے زیرک و دانا بجز العلوم اور عقل پسند تک اس ستر میں جذبات پاکیزہ کی گرمی سے اسی لئے بچھل گئے ہیں کہ حق پر ہے جب عالم انبیاء و کرام کی ذوات مقدمہ کا آجائے، خصوصاً قائم نہیں صلی اللہ علیہ وسلم کا تو حجت رسول کے سرشاروں کا زیادہ سے زیادہ صحت ہو جانا ہی صحت فطرت ہے اور نجات و عقیدت کی سرستی میں عقلی منطق بیماری کس شمار میں ہے۔

پتھر بھی ہیں کوشش کرنی چاہئے کہ جذبے کی نقاب آمار کو حقیقت کو عیاں دیکھنے کی جرأت کریں۔ بنیادی بات یہ ہے کہ جب بحث ٹھوس قانون اور حقائق و واقعات کی ہو تو تھیٹراؤنٹوں موسیقی یا بوہل و محبت، کا ذکر کرنا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ قائل کو اپنے استدلال کے لئے ٹھوس بنیاد نہیں مل سکی ہے اور وہ اس منطقی خلا کو جذباتی استعمال سے پُر کرنا چاہتا ہے۔ آخر ایک ایسی بحث میں جو کسی شے کی ظاہری شکل اور میوٹی کے بارے میں نہیں بلکہ طبعی حقیقت اور جوہری صداقت کے بارے میں کسی ٹھوس نتیجے پر پہنچانے کے لئے بریائی گئی ہو بعض ذوات و اشخاص کے ظاہری امتیازات و خصائص کا پرچش مذکرہ کیا معنی رکھتا ہے؟ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوہل میں اعمال و احوال، صفات و امتیازات اور مقامات و درجات کے اعتبار سے اتنا بے حد عظیم اور بون بھید ہے کہ زمین و آسمان کا فصل بھی اس کے سامنے بیچ ہے اور جذباتی ہو اس فرق کو بیان کرتے چلے جاؤ، لیکن جب ایک گروہ دعویٰ کرتا ہے کہ اوقات و مقامات میں فی حد ذاتہ کوئی تغیرت نہیں ہے تو یہ مذکورہ فرق اس کے دعوے کی کسی بھی پہلو سے تردید نہیں کرتا۔ اول تو ہمیں یہ یاد نہیں پڑتا کہ مذکورہ گروہ نے اوقات و مقامات کے ساتھ ذوات و اشخاص کو بھی شامل کیا ہو، لیکن اگر ایسا ہو بھی تو ابن قیم نے برگزیدہ انبیاء اور کفر مکہ میں وضالیں کے جس جس مندرجہ امتیاز کا تصریحاً یا اشارہ ذکر کیا ہے اس میں کوئی بھی فرق ان ہستیوں کی ذاتی نفسی حیثیتوں سے تعلق نہیں رکھتا۔ اگر آپ جذبات کے منفی کو کفر و ضلالت کے فتوے سے باز رکھ سکیں اور جذبات کے داویل سے تھوڑی دیر کے لئے

کان بند کر لیں تو ہم قرآن کی صرف ایک آیت کی طرف آپ کو توجہ دلائیں گے۔

خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ - صِیۡبِۡ طَبِیۡعاً -  
میدان انسان کو کھنکھانی مٹی سے صیے ٹھیکر۔

وہ لوگ تو غیر مکلف اور ناقابل التفات ہیں جو اپنے میلان و رجحان کے تحت روایات میں کھینچا جاتی کر کے رسول اللہ کی بشریت ہی کو "مشکوک" کرنے کی مہم جوہریت میں مبتلا ہیں اور قرآن کی ان تمام آیات پر دل ہی دل میں دانت پیستے ہیں، جو بلا اہتمام قطعی طور پر یقین دلاتی ہیں کہ محمد عربیؐ دوسرے ہی انسانوں کی مثل ایک "بشر" تھے اور تمنا رکھتے ہیں کہ ان کے پیغمبر بھی کسی خیالی دیوتا اور دیو مالائی اوتار سے کم نہ رہیں۔ چنانچہ اس ذیل میں وہ حضورؐ کے حاضر و ناظر ہونے، عالم الغیب ہونے، موت کی دوسری سے بالاتر ہونے، سراپا نور ہونے اور نہ جانے کیا کیا ہونے کے چرچے کرتے ہیں۔ میں ان لوگوں سے کہتا ہوں جو حقائق پر خالی الذہن ہو کر نظر ڈال سکتے ہیں، قرآنی حقائق پر غور کیجئے۔ کیا صلصال ہی وہ واحد خمیر نہیں ہے جس سے فرعون اور موسیٰؑ، ابوہل اور محمد عربیؐ، کافر اور موسیٰؑ، بدکار اور متقی سب کچھ سرشتہ تخلیق جا ملتا ہے؟ کیا آسمان میں ایسی بھی کوئی اطلاع دی گئی ہے کہ پیغمبروں کی تخلیق کے لئے کوئی اور خمیر بنایا گیا تھا اور باقی انسانوں کے لئے کوئی اور؟ اگر نہیں۔ اور یقیناً نہیں تو بس تمام ذوات و اشخاص کے فی حد ذاتہ اور فی نفسہ یکساں ہونے کا یہی مطلب ہے اور اس مطلب کو تقویت اس واقعی صورت حال سے حاصل ہوتی ہے کہ تمام ہی انسانوں کی مادی جسمانی سسٹم میں کوئی فرق نہیں۔ فرعون کے دو آنکھیں دو کان اور ایک ناک ہے تو حضرت موسیٰؑ کے بھی چار آنکھیں یا چھ کان یا دو آنکھیں نہیں ہیں۔ ابوہل کی قوت فکر اور دماغ حافظہ گروہ سے اوپر کی کھوپڑی میں ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت فکر اور دماغ و حافظہ بھی کاسر سے سر کے سوا کسی اور حصہ جسم میں نہیں ہے۔ درد و ہاتھ پیر مکہ میں کے بھی ہیں تو انبیاء کے بھی زیادہ نہیں ہیں۔ دلچ دراحت، صحت و مرض، سردی گرمی کا احساس، کھوسا اور تمام ہی طبعی لوازمات

ندان کی جنبشوں کے مابین اس کی کوئی ٹھوس اور حقیقی ہستی ہے۔ محض اعتبار اور خیالی تعین کا نام وقت رکھ لیا گیا ہے دن اور رات کی مثال سامنے رکھ کر تعین کیجئے۔ سورج غروب ہو جاتا ہے تو ہم کہتے ہیں کہ دن ختم ہوا رات آگئی۔ کیا واقعی "دن" نام کی کوئی حقیقی چیز ٹھیک اور "رات" نام کی کسی واقعی شے نے جامہ وجود پہن لیا۔ جتنا بھی غور کریں گے یہی ظاہر ہو گا کہ نہ کچھ گیا نہ آیا۔ نہ کسی وجود پر عدم طاری ہوا نہ کسی عدم نے خلقت وجود پایا۔ ایک سبط اور بے کیف حکم فضا پر غروب آفتاب سے جو طبعی تغیر آیا ہے اس کی حسیاتی تعبیر کے لئے ہم نے "لیل و نہار" کے الفاظ بول دیئے ہیں ورنہ تو آپس فطرت کے ایک مضبوط سلسل اور باقاعدہ تغیر کے سوا کوئی شے نظر نہیں آتی نہ کچھ عدم میں بھی۔ گویا وقت اور زمانہ محض ایک اعتباری شے ہے جسے مظاہر فطرت کی اضافتوں سے جدا کر کے مستقل وجود کی حیثیت میں تصور کرنا ممکن ہی نہیں ہے۔

تب کیا کسی وقت کوئی قسم بابرکت اور ذی فضیلت کہنے کا مطلب یہ نہ ہو گا کہ آپ ایک قطعی رضی و اعتباری شے کو مبدیہ تخلیق مان رہے ہیں اور ایسی صفات سے متصف کر رہے ہیں جو موجودات ہی کے شایان شان ہیں؟

جب کفار کہنے لگے نبی اور اس کے پیغمبر ساتھیوں کو انتہائی شقاوت و بے تہری کے ساتھ سزا سزا پر مجبور کر دیا تھا کیا وہ زمانہ اپنی ذاتی اور جوہری حیثیت میں اس زمانے سے علیحدہ کوئی حیثیت رکھتا ہے جب تک کہ پر فتح اسلام کا پرچم لہرایا تھا؟ کیا دونوں زمانوں کا اگر واقعی کوئی مستقل بالذات وجود ہے تو اس وجود کے اجزائے ترکیبی میں کچھ فرق ہے؟

ہم سمجھتے ہیں کہ کوئی بھی زمانہ فی الواقع ٹوٹ کر کبھی نہیں آتا اور ہر نئے سال میں جب پچھلے ہینوں کے نام ڈھرتے جاتے ہیں تو یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسے زید کا بیٹا طالب مر جلتے تو وہ دوبارہ اپنے تئیں سچے کا نام طالب رکھ لے۔ انسانوں میں تو ناموں کی یہ تکرار کثیر الوقوع اور لازمی اس لئے نہیں ہے کہ اس تکرار کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ لیکن ہینوں اور دونوں میں یہ اسلئے لازمی ہے کہ اس کا زبردست انتظامی و عملی فائدہ ہے۔ زندگی

میں کا فرد ہونے برابر ہیں اور یہ سب لازمی نتیجہ ہے اس بات کا کہ ان کا خیر ایک ہی نامی سے گذھا ہے، ان کا جسمانی مستحکم ایک ہی جیسا ہے اور خارجی محرکات و عوامل سے قطع نظر یہ فی نفسہ اور فی حد ذاتہ ایک ہی مادہ تخلیق کے دو حصوں سے ہیں۔ تب ایک کا فی نسبت مبارک ہونا اور دوسرے کا فی نفسہ غیر مبارک یا منحوس ہونا کیا منطقی بنیاد رکھتا ہے؟ اگر اس حدیث کو بھی پیش نظر رکھ لیا جائے جس میں بتایا گیا ہے کہ ہر مولود بچہ فطرت اسلام ہی پر پیدا ہوتا ہے اور نجاست یا طہارت اسے بعد میں خارجی عوامل سے لاحق ہوتی ہے تو بات اور بھی صاف ہو جاتی ہے۔ بھلا فی نفسہ اگر ایک نوزائیدہ بچہ دوسرے نوزائیدہ بچے سے افضل و مبارک مان لیا جائے تو اسلام کی حقیقت پسندی اور بعض دیگر اقوام کی توہم پرستی میں کیا فرق رہے گا قرآن نے خود حضور کی زبان سے مبارک دہل کہا لیا ہے کہ میں تو ایک بشری ہوں تم ہی جیسا میں خصوصیت یہ ہے کہ مجھ پر وحی نازل ہوتی ہے اور مجھے اللہ نے رسول منتخب کر لیا ہے ذرا یہ بھی دیکھئے خطاب کس سے ہے اور منکر کس سے کون لوگ مراد ہیں۔ تمام انسان۔ بلا امتیاز مسلم و کافر۔ بلا منسرق فاسق و زاہد۔ بلا تفریق پوری نوع انسانی۔ پھر کیا اس میں کوئی شک رہ جاتا ہے کہ حقیقت اور نفس الامر کے اعتبار سے تمام انسان ایک ہی جیسے ہیں اور برتری یا کمتری بعد میں ناجوئی خصوصیات کی وجہ سے لاحق ہوتی ہے جن کا فطری ساخت اور اور ابتدائی تشکیل میں کوئی دخل نہیں۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ وقت یا زمانہ کیا چیز ہے؟ کسی ہوش مند پر پوچھنا نہیں ہے کہ وقت ایک غیر مرتبی بے کیف و کم اعتباری شے ہے جو بجائے خود کوئی مستقل وجود نہیں رکھتا سورج چاند اور کچھ دوسرے گیسے اللہ کے مقرر کردہ انداز سے کے مطابق مسلسل و غیر منقطع جنبش و حرکت میں مصروف ہیں۔ ان کی مختلف جنبشوں کے مابین جو فصل ہے اسے ہم وقت یا زمانے کے نام سے تعبیر کرتے ہیں۔ یہ فصل نہ تو ان گزروں کے جسمانی وجود سے علیحدہ کوئی وجود رکھتا ہے

کے اکثر مشہور مسائل کی دورہ دو سالہ وغیرہ کے تئیں وہ شخص سے ہی بت بھی ہوتی ہے۔ پھر بھی آپ دیکھتے ہیں کہ دن اور رات دونوں کی سیم تکرار کے باوجود سن کبھی مکرر نہیں آتا جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ آج کا ربیع الاول یا رمضان بعینہ وہ نہیں ہوتا جو گذشتہ برس کا چکا ہے۔ پھر یہ کیسے صحیح ہو سکتا ہے کہ پچھلے سال جس چیز میں خیر و برکت کی بارش ہوئی تھی اس سال بھی اسی میں ہوگی اس لئے یہ بارشیں ہو کہ تم نے وہی نام اس کا بھی رکھا یا اسے اس بات بالکل محفول ہے کہ پچھلے رمضان میں تمہیں خصوصاً جو کچھ کے تکلف تھے ان ہی کے موجودہ رمضان میں بھی ہوں اور نزل و نثر ان کی جو نصیحتیں نصیحت پچھلے تمام رمضانوں کو حاصل رہی ہے وہی اس رمضان کو بھی حاصل ہے۔ لہذا خیر و برکت سے بھی حصہ لتا رہے گا۔

لیلۃ القدر ہزار ہینوں سے بہتر ہے۔ یقیناً ہے۔ مگر کیوں؟ کیا اس لئے کہ وہ رات جس وقت اور زمانے پر پھیلی ہوتی ہے وہ وقت اور زمانہ اپنی طبعی شرف اور اجزا ترکیبی کے اعتبار سے دیگر اوقات و احوال سے جدا و عیسیت کا ہے؟ نہیں ایسا کہنے کے لئے کوئی دلیل نہیں۔ اس بات کا متعین نہ ہونا اور سال کے کسی بھی حصہ میں آجانا خود اس بات کی دلیل ہے کہ اسی اہمیت کسی وقت میں حاصل نہیں ہے۔ بلکہ جب بھی ملاگا اور روح کا تروں ہو اور دنیا میں باری کی تجلی ایک خاص زاویہ اختیار کرے تو یہ ظہور میں آجاتی ہے اور تمام برکات و فضائل کا عنوان اٹھی خرابی خصوصیات سے ہے نہ کہ وقت اور زمانے سے۔

بیت اللہ یقیناً ہر دور سے گھر سے افضل اور باہر سے۔ لیکن کیوں؟ کیا اس لئے کہ جس قطرہ آسمانی پر یہ واقعہ ہے اس کے اجزائے ترکیبی کل زمین کے اجزائے ترکیبی سے الگ ہے عیسیت کے ہیں؟ کیا اس لئے کہ جو ملبہ اور مہیا گھر اس کے در و بام میں لگا ہے وہ دنیا کی دیگر عمارت میں لگنے والے ملبہ اور مہیا سے جدا گانہ شرف اور خواہش رکھتا ہے؟ نہیں ایسا ماننے کے لئے کوئی وجہ موجود نہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو خانہ کعبہ کو اس دن بھی خیر و برکت اور نصیحت سے محروم ہونا چاہئے تھا۔

جب اس میں بے شمارت نصب تھے اور نیک مردوزن اس کے گرد جا ملا نہ جگر کاٹتے تھے۔ مگر وہ خیر و برکت کا امن اس دن بنا جب ان نجاستوں سے پاک ہو گیا۔ یا ماضی میں اس وقت تھا جب بت گروں نے اس پر قبضہ نہیں کیا تھا۔ خانہ کعبہ کی نصیحت صرف اس لئے ہے کہ مشرکیت سے اس کی تعمیر بزرگ ترین سفیروں کے ذریعہ کرائی اور اسے منتخب فرمایا۔ یہ انتخاب ہی برکت و نصیحت کا مصدر و منبع ہے۔

علم نجوم کا دعویٰ ہے کہ کچھ ساعتیں سعید کچھ نحوس اور کچھ میں ہیں ہوتی ہیں۔ اس دعویٰ کو بہت لوگوں نے قبول ہے اور اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ جانہ مودج کے کہنے بارش کے ہونے اور اٹھی جیسے بعض اور امور میں علم نجوم کی کامیاب صحبت سماجی کا ثبوت فراہم کیا۔ یہ کامیابی آنکھوں سے نظر آنے والی تھی اس لئے نظر آئے وہ اسے جو ہوم نتائج کے لئے بھی نجوم پر اعتماد کیا گیا اور بے شمار لوگوں میں سعید و نحس کا فلسفہ ایک مسلم حقیقت کی حیثیت اختیار کر گیا لیکن ہمارا خیال ہے کہ یہ ایک بہت بڑا غلط ہے جس کی شراکتی کا اندازہ اس آئینہ سناٹا صورت حال سے ہرگز نہ کر سکتے ہی مسلمان اس کے جگر میں پھین گئے اور ایسی بھاری بھاری گڑھی گتیں جن سے سعید و نحس کے اس داہناتی اور بے بنیاد فلسفے کو حقیقت کا رنگ دیا جاسکے۔ جاہلوں کی بات نہیں اچھے خاصے عالموں کے ہمارے آپ دیکھیں گے کہ سفر شادی بیاہ اور کس سے کام کے آغاز کے لئے خاص خاص دنوں کو سعادت و خوشی و نصیب کے لئے کیا گیا ہے پھر تحقیق پر تامل کرنے کا یہ کچھ آج ہی کے لوگوں کی اختراع نہیں ہے بلکہ ہر اس نے بزرگوں سے اس کا جو رستہ اور روایات کا ایک پورا لشکر اس کی پشت پر موجود ہے۔ روزے اور نماز تک ایجاد کی گئیں۔ اسلام کی نظریاتی حقیقت پسندی اور شفاف سادگی تصور پرستی نیسانی پرواز اور مرصع و سحر نیمعنا لا تھا کی کی نذر ہو گئی۔ جس گروہ نے نہایت دانت خلوص اور ایمان و ایمان کے ساتھ یہ دعویٰ کیا تھا کہ بعض اوقات مقامات اور ص

تجلی دیوبند کا دورہ ہوا

# کیا ہم مسلمان ہیں؟

شش روزہ عثمانی

روستہ ان کی چکیاں بندھ گئیں پھینچے پھینچے لگے اور کلبجے منہ کو آگئے۔

اگر رسالت ایک روشن سچائی ہے اور اگر ان انسانی جنموں کی کہانی تاریخ کا زندہ واقعہ ہے تو کون ہے جو اس کو گہرے عذاب کو سینہ سے لگانے کیلئے تیار ہے جس کے تصور سے دنیا کا ایک بلند ترین انسان دوسروں کے غم میں رات بھر روتا رہا اور جس کے تذکرے نے سیکڑوں انسانوں کے ضبط کے بند پارہ پارہ کر دیئے تھے؟

تاریخ کے پُر اسرار اوقاف پر سیکڑوں انسانی چہرے ابھر رہے ہیں جن کے رخساروں پر آنسوؤں کی کیم روانی نے سیاہ لکیریں کھینچ دی ہیں۔ جن کے دامن خود اپنے دل و جگر کے خون سے بھگتے ہوئے ہیں۔ جن کی روشن آنکھوں میں آخرت کی دردناک کپڑے کا یقین اور خدا کی رحمت و عفو پر ایمان امید و خوف کا ٹھنڈا جگائے ہوئے ہے۔ آخرت کی محبت میں فاقوں سے نڈھال وجود۔ خوف و خشیت کی تپش سے سرخ ہڈیاں۔ جہاد زندگی کے کانٹوں میں آبلوں سے لدے ہوئے پاؤں۔ نالہ نیم شبی کی ٹوک روج کی گہرائیوں سے اُمنڈتی اور دیران راتوں کو چیرتی ہوئی۔ ان میں کوئی خواب آلود بستروں سے اُتر کر زرخیز زمین پر کھجی ہوئی جہانے نماز پر سرنگوں ہے۔ کوئی رکوع کی طویل کیفیات میں شل ہو کر رہ گیا ہے۔ کوئی ہاتھ اٹھاتے اور دامن پھیلاتے ہوئے اپنے خدا سے بنائے کیا مانگ رہا ہے کہ دنیا کی لذت و مسرور کے سارے طلسم ٹوٹے جا رہے ہیں کوئی ابوبکر رضاشاخوں پر جھانسنے والے طور پر کسی پر سکون آواز سن کر سردا ہیں بھرتے ہوئے اپنے آپ سے کہہ رہا ہے "لے کاشش میں ایک طاقتور ہی ہوتا! اور آخرت کے مواخذہ کے خوف سے

آدھی رات کی خاموش فضا میں زمین کی پر سوز ترین آواز آنسوؤں کا گداز لے ہوئے سجدہ گاہ سے بلند ہو رہی تھی۔ دنیا کے سب سے پاکیزہ لمحات۔ آخری پیغمبر کی نوا سے دردا۔ "تجھے اختیار ہے لے معبود! اگر تو انھیں مبتلا سے عذاب کر دے کہ یہ تیرے ہی بندے ہیں اور۔ اگر ان کو معاف کر دے تو تیری قدرت اور حکمت بے پناہ ہے۔"

الحاج و ذرا سی اور گریہ و گداز کے ناقابل تصور عالم میں قرآن کے یہ ابدی الفاظ رسولِ آخر الزماں کی مقدس زبان پر تڑپ رہے تھے۔ آہ وہ منظر کہ جس سے کائنات کی روج پر لرزہ طاری ہو جائے آج انسانی قلوب اس کے لئے پتھر سے زیادہ مردہ اور برف سے زیادہ سرد ہو گئے۔ قرآن کے پاکیزہ صفحات میں ان دلہندہ الفاظ کی گونج آج بھی زلزلہ محشر کا پیغام سنا رہی ہے، مگر اس کو سن کر ایمانی پورے سے تڑپ اُٹھنے والے انسان بنائے کہاں گم ہیں! موت آج بھی انسانی لاشوں کو گھسیٹتی ہوئی اس اُن دیکھی گھاٹی کی طرف لے جا رہی ہے جس کی ہلاکتوں کا ہلکا سا تصور تمام دنیا کی آسائشوں کو جلا کر رکھ کر دینے والا سوز چھپاتے ہوئے ہے۔ جس کے متعلق ہمیشہ "سچ" بولنے والے عربی رسول نے صحابہ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ موت سے آگے کے جو بھی مانگ مناظرِ مسری آنکھیں دیکھ رہی ہیں اگر انھیں نظر آجائیں تو تمہاری ہنسی سلب ہو کر رہ جاتے اور تمہارے ہفتے آنسوؤں کے سیلاب میں ڈبو کر دے۔ وہ جس کی صداقت و امانت کا لوہا وہ بد نصیب کو ہر قسم کفار بھی جانتے تھے۔ جن کو خدا کی عظیم ہستی تک نظر نہ آتی تھی رسالت کی بلندی سے یہ الفاظ ادا کر رہا تھا اور صحنِ مسجد میں ان الفاظ کو سینے والے بنائے کون سی دنیا دیکھ رہے تھے کہ روتے

میری روح کو نجات مل جاتی!۔ کوئی عشر دریت کے زیر بان  
 حقیر ذروں کو سینہ سے لگا سے رو رہا ہے اور ان کی قسمت پر  
 رشک کر رہا ہے کہ زلزلہ عشرت کے دن ان کو جواب دہی کا خطرہ  
 نہیں۔ کوئی تجا بیٹے قبول اسلام کے نتیجے میں جاگداز ایذاؤں  
 اور غزوات کے زخموں سے چھٹی جسم لے ہوتے بھی بہتر مرگ  
 پر یہ سوچ کر اٹک رہا ہے کہ میں خدا کا خواستہ آخرت کے لئے  
 کی نعمتیں اسی دنیا سے فانی میں تو نہیں مل گئیں اور اس طرح  
 میدان قیامت میں کہیں میں خالی ہاتھ کھڑا نہ رہ جاؤں۔  
 کوئی عمرو بن العاصؓ جانتی کے عالم میں اپنے بیٹے عبداللہ سے  
 کہہ رہا ہے کہ میری فتوحات کا نام نہ لو۔ میری قربانیوں اور  
 جان فشانوں کے تذکرے بند کر دو۔ آہ کے خبر ہے کہ مجھ سے  
 تو جیکے نقلیہ کہاں تک پورے ہوئے ہیں اور خدا سے ذوالجلال  
 کے مدد و مجھے کس کیفیت میں پیش کیا جائے والا ہے؟ کوئی خلیفہ  
 وقت عمر ابن خطابؓ خدا کے رسولؐ کی زبانی بشارتِ مغفرت  
 کے باوجود خدا کے قہر و جلال کے سامنے سراپا عاجز و سزا گندگی تکبر  
 چلا چلا کر کہہ رہا ہے کہ اگر میدانِ حشر میں یہ آواز آتی کہ پوری  
 نوع انسانی بخش دی گئی، مگر صرف ایک آدمی جہنم میں جھونکنے  
 کے لئے بچ گیا تو میں ڈروں گا کہ وہ بد نصیب میں ہی تو نہیں!۔  
 یہی وہ لوگ تھے جن میں درودِ آخرت کے آتش فشاں کھلے ہوئے  
 تھے کہ اگر دنیا میں مغفرت کی بشارت نہ دی جاتی تو یقیناً یہ جوالا  
 مکھی ان کو جیتے جی ہلاک کر ڈالتا۔ یوم حساب کو انسانی حقوق  
 کے بارگراں سے سبکدوش ہونے کے لئے کوئی خلیفہ وقت اپنی  
 کمر پرانا ج کا بوجھ لادے ہوتے جنگل میں ٹھہرے ہوتے ایک بھگت  
 خاندان کی طرف آفتاب نیشازں دوڑا جا رہا ہے اور اپنے خادم کی  
 طرف سے بار برداری کی پرخلو من پیش کش کو مسترد کرتے ہوئے بھی  
 ہوتی آواز میں سدگوئی کر رہا ہے کہ جس دن کوئی کسی کے کام نہ  
 آسکے گا تم میرے گناہوں کا بوجھ نہ ڈھوسکو گے!۔ کوئی عمر بن  
 عبدالعزیز خلافت کے جاہ و چشم اور سونے چاندی کے انبار کو  
 ٹھکر کر پہلی پہلی دمچوں میں اپنی جان جاں آفریں کے حوالے  
 کر رہا ہے اور کسی کے درد بھرے سوال کے جواب میں انکی شرمکب  
 حیات اس حقیقتِ فقر سے نقاب اٹھا رہی ہیں کہ دوسرا لباس

کہاں سے تبدیل کیا جائے۔ جب کہ ان کے جسم پر پہلے پوٹی جوتے  
 کے علاوہ ان کے پاس کوئی دوسرا کپڑا موجود ہی نہیں۔ ان کے  
 لئے دنیا کی زندگی دنیا کی فانی آرزوؤں اور امانوں سے بچانے  
 کے قابل تھی ہی نہیں۔ وہ قدرت کے اس بیعت المال سے اٹھاپی  
 لیتے تھے جس کے بغیر زندگی بسر ہو ہی نہ سکے۔ وہ اس مراب آلہ  
 دنیا کے ہرگز ارباب ایک ایسے مسافر کی طرح جیتے تھے جس کی منزل  
 بہت ہی دور ہو اور جس کے لئے سانس لینے کی بھی اہلیت نہ ہو۔  
 کوئی فاطمہؓ دنیا کے شفیق ترین باپ سے یہ عہد تائیکز بیعنام  
 شکر رولیت دنیا کی آسائشوں سے اپنے انجام تک کے نام پر منحصر  
 پھیر رہی ہے کہ بیٹی! یہ نہ بھجنا کہ تم پیغمبرؐ کی بیٹی ہونے کی وجہ  
 سے یوم آخرت کی سخت جواب دہی سے بچ جاؤ گی۔ خدا کی  
 قسم اس دن کوئی طاقت خدا کے فیصلے کو نہیں بدل سکتی۔  
 کوئی شہیدؓ کفار کے ہولناک ترین مظالم کی خون چکان اور  
 ہوشربا شکنجوں میں بھی پیاس سے دم توڑتی ہوئی زبان سے  
 یہی کہہ جا رہی ہے کہ میں اب بھی اپنے خدا کو ایک ہی مانتی  
 ہوں۔ یہی عقیدہ تو حید ہماری زندگی ہے۔ زندگی کٹانی  
 جاسکتی ہے مگر اس ابدی فلاح کے عقیدہ کو نہیں چھوڑا جاسکتا۔  
 کوئی بلالؓ آہنی زنجیروں میں گھسٹتا ہوا زخموں سے خور خور ہو کر  
 بھی اپنے قاتل دشمنوں کی بے رحم سماعت کو احد احد کالافوتی  
 جز سنا سے چل جا رہا ہے۔ کوئی عثمانؓ انسان کی دُور آتماہ آتری  
 منزل کا خیال روح میں بیدار کئے اور شروٹ کے آن دیکھے  
 واقعات پر ایمان رکھتے ہوئے دل لبت دنیا کے راحت کدوں  
 سے دُور فرشتے زمین کی تعمیر کنکریوں اور سخت سنگ ربڑوں پر  
 عالم سوز میں کرڈ میں بدل رہا ہے تو کبھی تاریخ کی ایک تندہ ہناک  
 گھائی میں قاتلانہ تلواروں کے نرغے میں جھنس کر بھی مسلمانوں کے  
 خلاف ہتھیار اٹھانے سے پرہیز کر رہا ہے اور وہ صرف اس لئے کہ  
 اس کو ایک نہ ایک دن اپنے رب کے سامنے اپنے اعمال کی جوابدہی  
 کا خوف ہے۔ کوئی طلحہؓ آدھی رات کے ڈوبتے ہوئے تار پان  
 کی جھاو میں تصور غصی سے اہی ہے آب کی طرح بے قرار ہے اور  
 عالم اضطراب میں اپنے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے خود اپنی داڑھی  
 پکڑے ہوئے اس طرح تڑپ رہا ہے جیسے کسی نہ ہریٹے سانپ نے

طاقت درخبر ہیں۔ روتے جاتے ہیں یہاں تک کہ انکی موت کا خطرہ لاحق ہو جاتا ہے۔ پھر تاریخ دوسرے روز ہی حجاب اٹھاتی ہے تو پہلی صدی ہجری میں ایک انسان نظر آتا ہے جو اندھری راتوں کی ویران خاموشی میں خوف و خجست کے سوز سے اندر ہی اندر کھل جا رہا ہے۔ انسان کے لئے جو بلن ترین ہمت کا نشان اس کو موت کے اس پار نظر آ رہا ہے یہ اس تک پہنچنے کی ہواک ہے۔ یہ احنف بن قیس ہیں۔ یہی ہیں وہ جن کی ایک یاد دہاوتیں نہیں، بلکہ تمام راتیں اسی کیفیت میں بسر ہوتی تھیں۔ یہی ہیں وہ جن کا معمول تھا کہ جب آخرت کے احتساب کا خوف ان پر برتری طرغ غالب ہوتا تو ان کا ہاتھ کالی رات کی تاریکیوں میں ٹٹماتے ہوئے چراغ کی ڈیپر بڑھتا۔ اس عمل لہذاں پر اپنا کاپتا ہوا ہاتھ رکھ رکھ وہ کس درد و حسرت کے ساتھ اپنے نفس سے سوال کرتے "لئے نفس! کس چیز نے مجھے ظلم کام پر آمادہ کیا تھا؟" آگ۔ دنیا کی آگ کا صرف ایک شعلہ گوشت پوست کی انگلی کو جھلس ڈالنے کے لئے کافی ہے۔ مگر احنف جو کائنات کی سب سے دردناک آگ "شعلہ جہنم کے خیالات میں غرق ہوتے تھے اس تپش اور سوزش کی تپش کو جھولے ہوئے بار بار یہی سوال کرتے چلے جاتے "آہ! کس طرح تجھ اس فعل کی جرات ہوئی جس کا انجام ہونا ک آتش زندگی ہے۔" انکی آخرت شناس اور زندگی میں اسی ہاد ہو اور روحانی کامیابی کی آغوش میں اپنے اعمال گنتے ہوئے گزرتے اور ان کے دن اکثر و بیشتر خواب زندگی سے آخری بیماری کے ٹھوس تصور میں اس کی فرصت ہی نہ پاتے کہ کام و دہن کی تو اضع کر سکیں۔ تمام دن سوج کی گرنیں ان کے وجود پر سے اس حال میں گزرتیں جبکہ ان کے معدے اور آنتوں میں روزے کی جھوک پیاس شعلہ زن موجود رہتی۔ شب و روز کے اس چر سوز افسانہ کو کہتے کہتے آخر کار جوانی کی مخروطیں درد و کرب میں ڈھلتی چلی گئیں۔ ضعیفی کا زمانہ زندگی کے دردناک سے پر آ پہنچا۔ مگر اب اس درد و کرب پر ضعف طاری ہونے کے بجائے آخرت کی تڑپ چند در چند ہو گئی کہ اب وہ لمحہ قریب تر ہے جہاں حیات انسانی ایک آخری اور نازک انقلاب سے گزرنے والی ہے۔ وہ

ڈس لیا ہو۔ وہ ہلک ہلک کر رہ رہا ہے اور جذب و جنون کو عالم میں دنیا سے خطاب کرتے ہوئے کہہ رہا ہے۔ "لئے دنیا مجھ کو جھوکا دے کسی اور کو دے تو مجھے چھوڑ دینا کہتی ہے۔" یا میری مشتاق ہوئی ہے۔ افسوس صد افسوس کہ میں نے تجھ کو چھوڑا نہیں دیدی ہیں جن سے رجعت نہیں ہو سکتی۔ تیری عمر کم اور تیرا مقصد حقیر ہے۔ آہ زار آہ کم اور سفر و درد زار کا ہے۔ اندر راستہ وحشت خیز ہے۔" کوئی ابو ہریرہؓ اس حدیث کو بیان کرتے ہوئے بار بار شدت خوف سے غش لکھا کھا کہ گر رہا ہے کہ۔ "قیامت کے زلزلہ انگیزوں خداوند ذوالجلال اپنے بندوں کی تقدیر کا فیصلہ کرنے کے لئے آئے گا تو پہلے تمہیں جس شخص کو طلب کئے جاتیں گے وہ ایک قاری اور سراسر مایہ دار اور میرا ایک مجاہد ہو گا۔ خدا قاری سے کہے گا کہ تم نے تجھ کو قرآن کی تعلیم نہ دی تھی؟ تو پھر تو نے اس پر کیا عمل کیا؟" وہ مسکول قاری جواب دے گا کہ "رات اور دن میں سنتے تیرے ہی کلام کی تلاوت کی۔" لیکن نشان جلال کے ساتھ خدا فرمائے گا کہ "تجھ کو طلب کتا ہے۔" تو نے یہ سب اس لئے کیا کہ لوگ تجھ کو قاری کہیں پھر جب دولت مند سے نصیحتیں یاد دلا کر یہی سوال کیا جائے گا تو وہ کہے گا کہ "میں نے صلہ رحمی اور صدقات دینے خدا کی پر حلال آواز آئے گی کہ یہ تجھ کو سب سے پہلے تو نے یہ سب کچھ صرف اس لئے کیا کہ لوگ تجھ کو قیاض کہیں۔" پھر مجاہد کو نعمت حیات یاد دلا کر پوچھا جائے گا تو وہ جواب دے گا کہ۔ "جہاد فی سبیل اللہ کی آواز پر میں نے جنگ کی اور جان تک دیدی۔" لیکن خدا فرمائے گا کہ "یہ تو غلط ہے تیرا مقصد تو صرف یہ تھا کہ لوگ تجھ کو شجاع اور بہادر کہیں۔" یہاں تک بیان کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے ذالویہ ہاتھ مارا اور فرمایا کہ "ان پر ہی سب سے پہلے دوزخ کی آفتیں لپٹ بھڑکے گی۔"

کوئی شخص الاضحیٰ اس حدیث کو سن کر زار و قطار روٹا ہوا کسی امیر معاویہؓ کی خدمت میں پہنچتا ہے تو وہ اس دن نیکیوں کے اس جانکاہ احتساب کے تصور سے دہاڑیں مار کر روئے لگتے ہیں روتے جاتے ہیں اور یہ بھول جاتے ہیں کہ وہ اقتدار و وقت کا

سب سے بڑا انجام آنکھوں کے سامنے آجانے والا ہے جس کی آنکھیں کھانی کو زندگی کے ہاتھ پاؤں آنکھیں بند کئے تمام عمر اچھی یا بُری تشکیل کرتے رہے ہیں۔ جہاں دنیا بھر کے عیوب اور نقائص کو گریبنے اور نکلنے والی نظر پہلی بار خود اپنے نامہ اعمال کے وسیع و عریض آئینہ میں اپنے پورے وجود اور تمام زندگی جی جی سے یا جیسا کہ شکل منکس دیکھ کر خوشی سے دیوانی یا صدمہ سے پاگل ہو جائے گی۔ جہاں روٹی کی نشی لذت اور خود فراموش نیند کے کیف دسرود سے تمام عمر دیکھنے والے شادمان چہرہ و نیرسای کی غلیظ تہیں اور تباہی کی مگر وہ چھریاں بیسرت ہو کر رہ جائیں گی اور جہاں کرب آخرت اور دردِ انسانیت سے

کروں اور گیتانی بھوکوں اور گولوں سے شکست کھا کر بدحواس ہو چکا تھا۔ مگر وہ نہ جانتا تھا کہ اس کا سوار۔ تقریباً عمر بھر خدا کی یاد میں روزے رکھنے والا سوار۔ جو اس وقت بھی اپنے پروردگار کی یاد میں بھوک اور پیاس سے دوچار تھا۔ تشنگی کی تشنگی انگیر آگ کو سینے میں اپنی سواری سے بھی دو قدم آگے چل رہا ہے۔ اس کی زبان کچھ سوکھ کر سیاہ ہو گئی ہے اور اس کا رنگ کبیر تبدیل ہو گیا ہے۔

آہ! بخانے آخرت کی کتنی بکراں دولت ان کی نظریں تھی جس کے حصول کے لئے وہ جیسے جی جان دینے کو تیار تھے جس کے لقب نے عبادت کی اس جاگہ لاریں میں بھی عین سکون کی روح بھڑائی تھی۔

**عظیم تاریخ اسلام**  
 از ابراہیم شاہ خاں نجیب آبادی  
 تین ضخیم جلدوں میں سکن یہ مشہور زمانہ تاریخ تعارف کی محتاج نہیں ہے۔ پاکستان میں عمدہ کاغذ اور روشن طباعت و کتابت کے ساتھ چھپی ہے۔ ہم نے بشکل چند میٹ حاصل کئے ہیں۔ جلدوں پر حسین گرو پوش۔ قیمت فی سیٹ مکمل چھتیس روپے۔

**میلے کا پتہ**  
**مکتبہ تجلی دیوبند روپیہ**

نڈھال بشردوں پر پہلی بار کائناتِ فروزہ بستم جنتِ ازل کی صبحِ اولین کا جلال لئے ہوئے ہو رہا ہوگا۔  
 ”روزوں کا یہ سلسلہ“ از  
 راہِ غلگساری کسی نے کہا  
 ”ضعف پیری پر تو طاری  
 کر دے گا۔ کیا آپ کو اس  
 نقابت کا کوئی فکری بہتر  
 اختلاف میں قیس کی آنکھیں

”ذرا اپنے جسم پر ترس کھائیے“  
 فرطِ سہمردی سے دنیا نے چلنے کے کہا۔  
 ”ترس ہی تو کھار رہا ہوں“  
 حضرت اسوٰذ بن زبیر نے پوری حدیث کے احصاء فرمایا۔ میرا سکو دکھ نہیں بلکہ اس دن استہینا ناچا ہتا ہوں جب دنیا کی سرور کن لذتیں انسان سے غداری کر سکی اور جہاں بڑے بڑے دیوبند جہنمی کے آخری احساس میں ڈوب کر ساری دنیا کی شاندار حقیقتوں کو ایک خواب پریشاں سے زیادہ نہ پاتیں گے اور آگ برساتی ہوئی قیامت اور رضائے الہی کے سوا کوئی ٹھوس حقیقت زندہ نظر نہ لگے گی۔  
 اس سخت گھائی کی سب سے پہلی منزل نماز ہے جس کے لئے کارکنانِ قضا و قدر انسانیت کے فائدے کا انتظار کر رہے ہیں۔ لیکن کیا اسی لئے آج کے مسلمانوں کے اکثر و بیشتر مکانات میں مصلوں کا سرخ نہیں ملتا ابھر نماز کی کیمبل کے لئے جماعت کے احکام کو اسلام میں خوشدت و اہمیت بخشی گئی ہے ان کے پیش نظر لوگوں کے مصلوں پر ادائیگی ہوئی نمازیں بھی ادھوری اور بچان

ان الفاظ پر سو زدل سے شرح ہو گئیں۔ روح کی ہوک العناظ میں سمٹ آئی۔ ”کاش“ وہ اپنے اس سہمرد سے گویا ہوئے۔ ”کاش تم اس طویل سفر کا کچھ تو اندازہ کر سکو جس کے لئے میں زندگی بھر تیار یاں کرتے کرتے کریم ہو گیا ہوں مگر وہ مرحلے ہیں کہ ابھی اتنے ہی سخت و جانگسل دکھائی دے رہے ہیں۔“

حضرت اسوٰذ بن زبیر جو جو حساب کو آنکھوں سے دیکھنے سے پہلے اپنی ایک قیمتی آنکھ کی بصارت، اسی منظر کی خوفناکیوں کے تصور میں آنسوؤں کی راہ بہا چکے تھے تھے ہوتے ریگستان میں اپنے آؤٹ کوہن کار سے تھے۔ آؤٹ جو ریت کے شرح ذروں پر تیز گامی دکھانے والا مخصوص جانور ہے سورج کی غضب ناک

ہمارے نبی کے صحابہ ایک روپیہ رسول اللہ کے دو محبوب آٹھ آنے۔ عہد رسالت کے دو سچے ڈیڑھ روپے۔ ہماری دعوؤں آئے۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ بارہ سالے • حضرت عمر فاروقؓ سو ارب • حضرت امیر معاویہؓ سات اٹھ سالے • سلاطین ہند کی علم برداری و بیعت

نمازوں سے زیادہ نہیں۔ خاص طور سے عشاء اور فجر کی نمازوں کے لئے جماعت کی جواز تک ترین اہمیت ہے اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ جن گھروں میں ان اوقات کی جماعتوں سے غافل محرم موجود ہوں ان کو حرم اللعالمین جیسی نرم دل ہستی نے انتہائی نفرت و بیزاری کے ساتھ آگ لگانے کے قابل قرار دیا ہے۔ آئیے نے ہی فرمایا ہے کہ اگر عورتوں اور بچوں کا بے گناہ وجود حاصل نہ ہوتا تو میں ان مکانات کو اپنی طرف سے ہلاک داتا جو خدا اور انسان کے درمیان خبیث طافی دیواروں کی طرح ایستادہ ہوتے ہیں۔

کون جانتے کہ ان اوقات میں مساجد تک نہ جانے اور جماعت کی پائیزہ آواز پر گھروں کے دروازے بند رکھنے سے ذریعہ انسانی کس دولت عظیم سے محروم ہونے والی ہے اور کون سے مذاہب کے آتش فشاں بہاڑا ایسے مجرموں پر اپنے خونخوار دہانے کھولنے والے ہیں! کسے خبر ہے کہ حرم اللعالمین کے ان غرض آلود الفاظ میں انسانیت کو کتنی المناک ہلاکت سے بچانے کی تڑپ کار فرما تھی! لیکن شاید اسی لئے ہم مسلمان ٹھیک بحث اور فحش کے ان ہی نازک لمحات میں خواب غفلت کے آخری نشہ میں کسرتوں پڑے ہوتے ہیں جب مساجد کی بے روثی اور بیزار جماعتیں بلک، بلک کر ان روجوں کو آواز پر آواز پر تو یہی جملو یقین ہے کہ آخرت ایک حقیقت ہے اور عذاب آخست ایک اس سے بھی انتہائی اذہ خیز اور ہوناک واقعہ!

جہاں علی موت کا یہ عالم ہو وہاں جماعت کی پابندی میں کبیرا فانی ہی سے جماعت میں شمولیت کے نواب عظیم کی تڑپ اور ذوق و توفیق کہاں سے آئے! لیکن جب آخرت کا ایمان یقین انسانی قلب و روح تک جا پہنچتا ہے تو وہاں زندگی کی کایا ہی پلٹ جاتی ہے۔ وہاں پھر حضرت امشؓ جیسے نمازی پیدا ہوتے ہیں جن کی تکبیر اولیٰ ستر سال کے طو لانی عرصہ میں بھی ایک بار بھی تضا نہیں ہوتی۔ اس یقین دایمان سے پھر کتنے ہی رتبے جیو کر داروں جلتے ہیں جو اس وقت بھی نماز باجماعت کیلئے ٹھہر رہے ہوتے آغوش مسجد تک جا پہنچتے ہیں جب ایک طرف بڑھاپے کا انتہائی منہف نظام جسمانی کو شل کئے دے رہا ہے اور دوسری

طرف نازک کے خطرے سے اچھا ب کی قوت طلب کرتی ہے آج جس طرح اس جہان گذراؤ کی چند روزہ زندگی کی حفاظت و تحریک کی جاتی ہے وہاں اسی طرح حیات آخرت کی کو روشن بنانے کی ڈھنسو وار تھی۔ آج جس طرح خطرہ ایک شہر میں تیار داروں کا گھبراہٹ ہے وہاں اللہ کی طرف سے خطرہ اللہ کے ہاں ہونے کی خبریں تیار ہیں جا رہے ہیں اور اسی طرح درمچھڑے ہوئے انسان کے کانوں میں کاہرازاں لہر لہر اپنے مغرب جہیزوں کو پوری قوت سے ٹھیسے ہوتے اور خوف و خشیت اور رعب و ہراسہ اندازہ دہی کی تڑپوں میں جا کے گھڑنگا حاکمری ضروری سمجھتے تھے۔

”اے ابو بکر! ۳۰ روز تک مساجد کے ساتھ دیر سے یقین کی ” اسی مجبوری کی حالت میں مشرکین کی رہا بیت سے فائدہ اٹھانے اور گھر سے ہی نماز پڑھنا چاہئے۔“

مگر وہ تاریخ تو عذاب روز کے ذرا سے نصیر بر روز کرنا ہی ڈاڑھی اٹھوؤں سے تر کر لیتے تھے۔ جو ایک نیا بار کی تھی ہوتی جھکی کر بھڑکے سر داؤش کہہ کر جاتے تھے کہ یہ نسلے انکو انگاروں کے اس بچر بکراں کی بازو دھتے تھے جس کا چھوٹا سا معصوم نام ”دوروز“ ہے۔ انھوں نے دنیا کا یہ ہمدردانہ مشورہ سنا اور بچوں کی ہی مصیبت سے بوسے ”موتون حب ابتاہو کہ آؤ نماز کے لئے۔ آؤ نماز کی طرف۔“ تو کس دل سے مسلمان ٹھہر سکتے۔ اس کو اس آواز پر ہر انسان ہی پڑتا ہے۔ ہاں قواہ کھٹنوں ہی کے بل چلنا پڑے۔ اس میں دو ایمان کے ساتھ میں پھر حضرت مسجد میں سنائے جیسے انسان اچھرتے ہیں جو ہدیٰ ماری کو چھوڑ دیا اس وقت بھی اپنی قیمتی موت سے دور کر کے ہیں جب شاہراہوں پر موت اور لاکھ کے خطرات کا دور و دراز ہونے

### دو بہترین اسلامی ناول

کنز: عہدِ رسالت کی ایک سنی آئینہ دار داستان انتہائی دلچسپ پیرا میں۔ قیمت ساڑھے چھ روپے۔  
نیا گھر: ایسا ناول جو ہر کو کو فائدہ پہنچا سکتا ہے۔ بے حد دلچسپ قیمت ساڑھے دو روپے۔  
مکتبہ تجلی دلیویسٹا، دلی۔



## مجنون حیات افزا

اللہ تعالیٰ نے جن وانس کو عبادت کے لئے پیدا کیا ہے عبادت الہی اور دنیاوی امور تہی انجام پاسکتے ہیں کہ انسان تند و مست ہو جو انی کا زمانہ لو گذری جائی ہے بعد میں ہر کام دشوار ہوتا ہے۔ مجنون حیات افزا کے استعمال سے بدن میں حیرت انگیز توانائی دھرتی پیدا ہوتی ہے۔ دل و دماغ روشن جسم میں خون کی لہریں دوڑتی ہیں۔ بوڑھا یا بوڑھا یا نہیں رہتا۔ اس کے فوائد و اثرات خود ہی آپ کو اپنا قدر داں بنا لیں گے۔ یہ ایک بہا شاہی تحفہ ہے اور موسم سرما کے لئے مخصوص۔ اپنے لائق فریاد کے اعتبار سے بلحاظ قیمت مفت برابر ہے۔ قیمت مکمل کورس پندرہ روز ساڑھے سات پونے۔ پھر ترکیب استعمال ہمارا ہوگا۔ پتہ۔

ڈاکٹر ملے۔ آر۔ حنیف شاہ آباد۔ انس بریلی

## مفید مجرب اور قابل اعتماد ادویات

نشاط زندگی۔ شباب کو بحال رکھنے والا مقوی اعضاء، زہیمہ و گردہ و مثانہ و ریح و درد کمر و دماغ و ذہن و حافظہ کا حافظہ و مقوی ہے مرد و عورت ہر موسم میں فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ قیمت مکمل کورس دس روپے۔

تحفظ و زندگی۔ موسم سرما کا انمول تحفہ۔ عمر کے ہر دور میں اگر آپ اپنی طاقت کو برقرار رکھنا چاہتے ہیں تو یہ مجنون مقوی اعضاء اور حافظہ صدر۔ پندرہ روز استعمال کریں گے خدا کی نعمت کا لطف اٹھا لیں گے۔ قیمت سات روپے۔  
دوائے استیاضہ۔ دم سے خون بہت زیادہ آتا ہو اور سینے میں بار بار آتا ہو۔ قیمت سات روپے۔

پتہ۔ حکیم ابو سعید عبد اللہ و رسگاہ جماعت اسلامی

اسلام نگر۔ خاک کا تہ۔ درجہ نگر۔ ضلع ورجھنگہ

## بو اسیر

خونی اور بادی، نی و پرائی کیلئے تیرہ ہفتہ دوائیں

”بو اسیری گولیاں“ اور ”بو اسیری مرہم“

(کھانے اور سوتوں پر لگانے کے لئے دواؤں کا پیشل کورس) جو بہتے ہوئے خون کی دھارا، سخت و رو۔ جلن اور بے چینی کو فوراً بند کرتی ہیں۔ سستے موکھ کہ فرودہ ہو جاتے ہیں۔ سینکڑوں مایوس اور تڑپتے ہوئے مریض ان بے نظیر ادویات کے استعمال سے محتیا ب ہو چکے ہیں۔ ۲۱ دن کا مکمل کورس قیمت صرف ۱۰ روپے محصولاً تک ہر اپنے مکمل حالات لکھئے۔

پتہ۔

## روح فاسفورس

یونین ڈیوں کے ہر ایک کے لئے ۱۰ روپے نایاب مرکب ہے جو سر سے لیکریاں تک ہر قسم کے درد، نمونیا، فلج، گھٹیا، موعج، جوڑوں کا درد، نگر، سینہ اور پسلی کے دروں کے لئے جادوں کا اثر رکھتا ہے۔ پرانے درد، برائی چوٹیں جو بار بار تکلیف دیتی ہیں انکو نیست نابود کر دیتا ہے جن لوگوں کے ہاتھ پیرٹن ہو جاتے ہیں اور وہ کمزور ہو جاتے ہیں اس تیل کے استعمال سے انکو شرطیہ آرام ہو جاتا ہے، کمزور ڈیوں کو حیرت انگیز طور پر قوت پہنچاتا ہے اور پیدا کنی کمزور بچوں کیلئے اسکا استعمال مفید ترین ثابت ہوا ہے۔ اس تیل نے ہزاروں مایوس مریضوں کو نئے سرے سے زندگی بخشی ہے سینکڑوں نوعی سرٹیکلس موجود ہیں۔ قیمت فی شیشی دو روپے چار آنے خرچہ ڈاک شمار۔ قیمت ادویہ مفت طلب فرمائیں۔

ینجر دی یونانی اینڈ کمپنی ۹۲۹ راجہ اللہ سٹریٹ دہلی

سول ایجنڈٹ عبد الغنی کرانہ رحمت دیوبند

ینجریم فاسیمی (T.M.D) ہرودا (پٹنہ)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

# رُودَادِ اِدَارَةِ اَهْلِ سُنَّتِ جَمَاعَتِ

ناظرین کو یہ دیکھ کر حیرت ہی ہوگی کہ جس تجلی کے پاس اپنے ہی مخصوص دستقل مضامین سے عمدہ برآ ہونے کیلئے کافی صفحات نہیں ہیں اس نے ایک شائع شدہ خشک سی روداد کے لئے کس طرح دلی سے آغوش داکر دیا ہے۔ واقعی بات عجیب ہی ہے لیکن اسکی نفسیاتی توجیہ یہ ہے کہ راقم الحروف کے نزدیک ایک معمولی سی تجلی تو ایک ایسی بڑی بڑی علمی سرگشا فیوں اور ذہنی دفعہ آمانیوں سے نہیں زیادہ وقعت رکھتی ہے۔ ادارہ اہل سنت و جماعت تقریباً نیا ادارہ ہے اور نوجو مسکافی کے باعث ہم اسکے مال و مایعہ سے بھی واقف نہیں ہیں تاہم انکی جو سماجی تعمیری شکل میں ہم تک پہنچ چکی ہیں وہ اس دور کی ضرورتیں کہ ہم حسب موقعہ استہدائے تیرا دل پویش کر سکیں ہو سکتا ہے اس کی طرف سے شائے ہونے والے بعض کتنا چوں کی کچھ جزئیات سے بھی اختلاف ہو اور ہو سکتا ہے کہ فقہا نحو استہدائے اس کی ساری ٹیپ ٹاپ علمی دنیا میں بے تحیہ ہی ثابت ہو لیکن مروجہ بدعات کے خلاف سرگرم جہد و جد کا جذبہ اور اظہار مخلصانہ اقدامات اور شجاعت و دہا کی چیز تو انکی محض سورتوں یا پاس آئینہ نظر داخل ہو انکی قدر و قیمت نہیں گھٹتی جا سکتی۔ ہمارے عقین سے یہ کہ نیک نیتی سے جہد و عمل اور کادش و محنت کی ڈھیلنے والے اگر کچھ غلطیاں بھی کرتے جاتیں تب بھی وہ ان غلطیوں اور تبلیغ کاروں سے بدتر جہاں ہستی جو علم و شیخت کا مظاہرہ کوئے اور یا تو ان سے پرست ہونے کے علاوہ کچھ نہیں کرتے۔ بہر حال ہم سے مدتر الخی نے اس روداد کو درج تجلی کرنے کا مطالبہ کیا اور ہم نے قبول کر لیا۔ تجلی حیدر آباد میں کافی جانتا ہے۔ دردمند حضرت اگر ادارہ مذکور سے آحاد فرمائیں تو بعد نہیں کہ مفید ہے۔

دیئے پگھلاؤش ہم ادارے کے ذمہ داروں سے تصور کر چکے کہ روداد کی دفعہ عکاس میں جس طرح کی بات کہی گئی ہے۔ اس کا اہم کام شک و گنہ ہے۔ آسمانے حسنی اور سوارہ بگاہ کے تعلق کی باریکوبوں پر پڑ اس علی مزاج اور اس حقیقت پسندانہ سنجیدگی سے جو نہیں کہا جاتا جس کا تقاضا و بدعت کا انشا و شعور انہ کام کرنا ہے۔ نکتہ سنجی ان جتنی بچوں کی قوت عمل اتنی ہی مفلوج ہوتی جائے گی۔ یہ دور عقل و درگن قسم کی عقلیت کا دور ہے۔ آئیں اسلام کی صحیح خدمت صرف وہی فرور یا ادارہ کر سکتا ہے جو رہایت پرستی قدامت و فیکہ سنجی روحانیت صوفیانہ مویشکاری اور تقلیدی جمود کو اعتدال کے ایسے نقطہ پر لے آسکے کہ مادیت اور عقل و منطق سے آنکھیں ملانی ممکن ہوں نہیں تو آسمانے حسنی روحانیت انمیا بقانات ادلیا راہ کلمات صوفیہ کی باریکوبیاں بیان کرتے ہیں تو آپ کے فرشتے بھی اہل بدعت سے بازی نہیں لڑھا سکتے۔ یقین کیے علم جب اینٹ اور پتھر کی وضاعت سے حشر منقطع کیسے قبروں کی گہمانی اور آسما نوں کی اونچائی تک پہنچ جاتا ہے تو اس میں ادنا فیم میں کوئی فرق نہیں رہتا۔ مقصد یہ ہے کہ علم و حکمت کے سمندر میں اتنی دور درنگل جائیے کہ ساحل ہی کم ہو جائے۔ اللہ کے اسمائے حسنی بے شک ارفع و اعلیٰ ہیں لیکن سوار اور گرا کا سراسر ان میں نہیں ہمارے اپنے اندر سے ہم اگر اپنے کو ٹٹونے کی بجائے اسمائے حسنی کے فخر میں لگ گئے تو کچھ بھیجے کہ جہد و عمل کا کام تمام ہوا۔

(عام عثمانی)

عمل نما آیا۔ قواعد ادارہ جو رسالہ الحقی رجب تا شوال ۱۳۷۷ھ تک جاری رہا (۱) شمارہ (۲) میں شائع کئے گئے ہیں اور کئی کئی جلدوں میں بھی طبع کئے گئے ہیں ان کی دوسرے شریکے ادارہ کو قرآنی تعلیم سے آراستہ کرنا میرا ادارہ کا فرض ہے۔ دوسرے قرآن میں قرآنی تعلیم کے حسب ذیل اجزاء زیادہ ذہن نشین کرانے جاتے ہیں۔

ادارہ کی پہلی روداد رسالہ الحقی ۱۳۷۷ھ ماہ صیح الاول تاخاری لائبریری جلد (۲) شمارہ (۱) میں شائع کی گئی تھی۔ یہ توفیق تھی ادارہ کی یہ دوسری روداد ہے۔ ناظرین کی افادیت کے لئے پہلی روداد کے بعض اجزاء کا اعادہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ادارہ کا قیام تا صیح ۲۶ ربيع الاول ۱۳۷۷ھ

۱۔ الہی ذہنی تعلیم اور فطرت انسانی کی ہم آہنگی۔ دعوت حق فطرت  
انسانی کا مطابقت ہے۔ اور ربوبیت حق کا اہم شعبہ۔

۲۔ شرک، کفر، فحشاء، ریا اور بدعات کی تفصیلات اور ان کے  
عاقبتی و دایدی نقصانات اور یہ کہ یہ امراض قلبی اور اس کو متحانات  
کس مادہ فاسد سے پیدا ہوتے ہیں اور جنت و دوزخ کا صحیح تصور۔  
۳۔ الہی تعلیم یا انگلیہ علم ریکرت کی تعلیم ہے اور الہی تعلیم جو انسان  
ہیں عقل و دانائی پیدا ہوتی ہے۔

۴۔ انسان کے سنوار دیکھا کر اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنی سے کیسا  
تعلق ہے اور یہ کہ اسمائے حسنی کے صحیح تعارف کے بعد ہی سعادت  
ربیہ کا حتمی و فطری تعلق قائم ہوتا ہے۔

۵۔ الہی تعلیم کا تمام مقصد یہ ہے کہ طالب حق علم و عملاً و عملاً  
ہو کیونکہ مغفرت و رحمت میرا ان مجاہد ہی کے لئے ہے۔

۶۔ اہل حق اور اہل باطل کے متعلق دنیا میں سنت الہی کہ ہے۔  
۷۔ جو انسان الہی ذہنی تعلیم سے بے بہرہ ہیں۔ وہ کفرانِ حق  
کلام الہی کی رو سے وہ سب نادان ہیں۔ جاہل ہیں مبالغہ مانا جاتا ہے۔ وہ کسی ہر  
چیز سے وہ اپنے ذہن میں کتنے ہی حریف اور برتر قرار دے کر ہر  
۸۔ انسان کی عقلی زندگی بعد موت کی زندگی ہے۔ اس لئے عقل  
کا مقام ہے اور آخرت جیزائے سعی و عمل کا ماٹ ہے۔ بندوں کے متعلق  
مرازا لگایا ہے کہ بندے رضائے الہی کی ابتداء کرنے انخروی زندگی  
کو بعد سے ہر چیز میں اپنی ابدی تاثر جم سے نکلیں اور مغفرت و رحمت و  
درجات جنت سے مدد حاصل کریں۔ فطرت انسانی کا پالنےی مطالبہ یہی ہے  
اس لئے الہی زندگی کا صحیح نصب العین ہے۔

۹۔ خوف الہی۔ حب الہی۔ توکل علی اللہ۔ یہ کام ہیں جو انسان  
تابت الی اللہ مرضی رب کی ابتداء۔ سعادت و اطمینان اور سعادت  
نہی عن المنکر و انہا لیس کے لازم ہیں۔  
۱۰۔ وہ کیا غیر قرآنی انکار میں ہیں جو انہی کے علاوہ ان کے لئے اور ان کے لئے  
اور کمال دین کی تعلیم کچھ کو پہلے بولے ہیں۔

۱۱۔ اسلام پر نظر ڈالنے تو صاف نظر آتا ہے کہ مسلمانوں میں  
اس وقت دو قسم کے بگاڑ پیدا ہو گئے ہیں۔ ایک وہ مغربی انکا جو تہذیب  
و تمدن کے نام سے دنیا کے اسلام پر مسلط ہیں۔ اور دوسرے وہ تمام  
عجمی تصورات و عادت و عداۃ الشہود اور انکار اور انکار اشکال

اور امتیازات کے نام سے زینت فکر و عمل ہیں اور یہ لوگ الہی عقیدت  
میں رہ کر تمام عقاید و اعمال میں پر شرک و بدعات کا اطلاق ہوتا ہے اور  
جو خواہش و عوام کے دل میں لوگان کے اہم اجزائے ہوتے ہیں انہا انکا  
بجائے کہ الہی دوزیر دست، محاذ ہیں جو جہل نفس کی بنیاد پر قائم ہیں  
باطل کے ان دو محاذوں پر وہی حضرات قبضہ نہیں کرتے بلکہ ان کے ہتھیاروں  
سے قرآنی علم و ہدایت کے نور سے اپنے افکار و کردار کو سنوار کر لے ادا اور  
مذکورہ بگاڑ اور اس کے اسباب کو تو ان ہی سے معلوم کر لیا اور ان کے واسطے  
حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی حکم الہی ہے کہ قرآنی امتیازوں کو مستحق ہو کر  
اہل باطل سے جدا کر دے یہ جہاد کجا جہاد کبیر ہے۔

وَمَا يَهْدِي اللَّهُ فِئْتَهُمْ لِيُحْكَمُوا

یہ تو قرآنی ذہنی تعلیم سے شرکائے ادارہ میں الہی مسلا حیات  
و قابلیت پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ "اللہ تعالیٰ حق و الا تمام  
عن اللہ تعالیٰ تمام ادارہ کا جو ادارہ اور بنیادی مقصد ہے۔ جہاد تہذیب  
اور جہاد فکر و عمل پیدا ہونے کیلئے ضروری ہے۔ کہ اہل باطل حق کو چھوڑ  
ہی اللہ کے لئے نجات و نرس سے ایک کو تہذیب و عقلی اور آخرت کی طلب  
۔ عقلی تعلیم دی جائے۔ انسان اور میں الہی و نور تعلیم کے اسی فیضان  
میں پرورش و بنیاد و زور دیا جاتا ہے۔ اور خدا کو تہذیب کی کئی کئی چیزیں  
کی کوشش کی جاتی ہے۔ جہاد قرآنی تعلیم کا سلسلہ جاری ہے قرآن کریم  
دو دوروں میں اور سب سے اولیٰ ہے۔

نوعی دوام کو ان کے دینی نگار اور دین کی صحیح تعلیم سے واضح  
ہونے کے لئے انکار و انکار اور استعانت مال دنیا اور مرد و حد و عا  
اور ان کے بعد یہ عقیدہ مشائخ کی گئی ہیں۔ انہوں نے اپنا تہذیب و تہذیب  
تہذیب اور جہاد ہذا کی تعلیم میں شہرت کرنا چاہی۔ انہوں نے تو جہاد کے تہذیب  
اور دین کی تعداد میں طبع ہو کر تہذیب کی فائز تہذیب انہوں نے تہذیب  
پیدا کر لیں۔ اہل حق کو انہوں نے اپنا تہذیب و تہذیب تہذیب  
کی مزید و تہذیب کر کے تہذیب و تہذیب تہذیب تہذیب تہذیب تہذیب  
تہذیب و تہذیب اور تہذیب تہذیب تہذیب تہذیب تہذیب تہذیب تہذیب  
ہیں۔ مطالبات کے منظور سے انہوں نے تہذیب تہذیب تہذیب تہذیب  
انہوں کی کا فنی مانگ پیدا ہو گئی ہے۔ اور لوگ تہذیب و تہذیب تہذیب  
سے ملنے کو تہذیب عقیدہ و عمل کی طرف مائل ہو رہے ہیں۔  
تہذیب کی فراغت و تہذیب کے پورے تہذیب تہذیب تہذیب تہذیب

آپ سے ادا ہوتے ہیں عوام سے چندہ وغیرہ کی ذمہ داری کی جاتی ہے اور وہ اہل  
 ثروت کے آگے دست سوال دراز کیا جاتا ہے کیونکہ قواعد الایمان کی دفعہ  
 (۱۱) کی رو سے بیت المال ایک آمدنی شریکے ادارہ ہے کہ خیرین الغنا وغیرہ  
 پر مشتمل ہوگی گویا شریکے ادارہ ہی ادارہ کے تمام اصلاحی مصارف  
 برداشت کریں گے اور مہذب شکل ہی میں کیوں نہ ہو گداگری کو منع اور  
 بدنامی کے۔ البتہ دیگر حضرات اگر اپنے ترکہ و عمارت کے لئے یا دیگر  
 خیرات ادا کرتے ہیں تو وہ قبول کرنی چاہیے جو فقہ حنفی میں ناقلی جو  
 آمدنی خرچ کا مناسب اور ترشحات کی نیک کام ایسے ادارہ کو قبول نہیں  
 خلیع محبوب بنانے کے چند معزز قادی حضرات نے شریک ادارہ  
 جو کہ نوادش ظاہر کی کہ محبوب نگر میں اللہ کی ایک شاخ قائم کر دی تھی  
 ارکان شوری سے مشورہ سے کہ خلیع محبوب نگر میں بھی ایک شاخ اور شعبہ  
 سے ملے یا مع مہربانوں میں اور نماز جمعہ ایک جمعہ تقریر کر کے  
 قیام شرح کا اعلان کر دیا گیا۔ تقریر کا خلاصہ بھی سن لیجئے۔۔۔

”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا دُعِيتُمْ إِلَى طَعَامٍ فَلْيَأْكُلُوا مِنْهُ  
 كَمَا آتَاهُ اس آیت کے زیر میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو تاکید کی کہ تم وہ رسم  
 میں کراہت سے کرا اور پینے میں وسیع اور درخت سے بچاؤ ان اشارہ  
 ربانی سے بات واضح ہوتی ہے کہ ایک مسلمان مومن کے بھی باہر  
 جانے کا امکان ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ وہ بھی ان امور سے احتیاط  
 کرے۔ جن کا انجام آخرت تار ہے میں ضروری ہوا کہ ہم کتاب اللہ و  
 سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں یہ معلوم کریں کہ کھانا  
 دہل کی وہ کونسی خرابی ہے جس کا انجام تار ہے، اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے  
 ”مَا آتَاهُ مِنْ شَيْءٍ فَذَكَّرْهُ وَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْكَ الْجِبْتَةَ  
 وَمَا وَدَّ النَّسْرَاءُ مَطْبُوعٌ كَمَا جَاءَتْ تَعَالَىٰ كِ الْوَيْتِ فِي اقْرَاطِ  
 ملائکہ و انبیاء علیہم السلام بزرگان دین اور اجماع وغیرہم کو بھی دھمیل  
 و شریک سمجھنا ہے ایسے مجرم پر اللہ تعالیٰ نے جنت حرام کر دی ہے اور  
 اس کا شکار اور ذبح ہے اس کے بعد ہم نبوی تعلیم کی طرف رجوع کرتے  
 ہیں تو آپ کا یہ ارشاد ملتا ہے کہ ”وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا نَبَتْ الْوَشْمُوعُ  
 تُحْدِثُ بِهَا دَلْعَةً وَكُلُّ بَدْعٍ بَدْعٌ فَكُلْ لِكُلِّ وَكُلُّ  
 ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ“ چھوٹی باتوں سے کیونکہ دین میں سبھی باج  
 بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی اور ہر گمراہی کا انجام تار ہے محمد نا  
 الامور دین میں نئی بات کا مطلب یہ کہ ذکر و عبادت الہی کے وہ تمام

نوعی ادا اور خود ساختہ طریقے جو نہ سنت نبوی سے ثابت ہیں اور نہ  
 صحابہ سے ثابت ہیں اللہ جل شانہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 کے مذکورہ ارشاد سے واضح ہو گیا کہ شرک و بدعت وہ سنگین جرم ہیں  
 جن کا انجام تار ہے اور نہایت ربانی کے بموجب ہم اپنے آپ کو اور  
 اپنے متعلقین کو تار سے جب ہی محفوظ رکھ سکتے ہیں جبکہ شرک و بدعت  
 میں مبتلا نہ ہوں۔ شرک و بدعت اور اس کی تعمیل سے ناواقف نہ ہوں  
 گے تو یقیناً شرک و بدعت میں مبتلا ہو جائیں گے۔ ناواقفیت سے اگر  
 نہ ہوں تو نہ ہونے کی گمراہی میں گے تو کیا نہ ہوں گے اور نہ ہوں گے۔  
 یہی رشت الہی ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ دینی تعلیم کی ناواقفیت کی  
 سے آج خواص و عوام کی اکثریت شرک، وہ سنت میں مبتلا ہے ادارہ قابل  
 سنت و جماعت کے قیام کا وہ اور مقصد یہی ہے کہ مسلمان شرک و بدعت  
 سے واقف ہو کر اپنے عقیدہ دہل کی اصلاح کریں اور تار سے چھٹیں  
 و السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

تقریر سے لوگ کافی متاثر ہوئے اور بعد نماز مغرب ہاذا قیام  
 پر ایک اور تقریر سننے کی خواہش ظاہر کی۔ صحن مکان کافی وسیع تھا بعد نماز  
 مغرب اندازاً ایک سو حضرات جمع ہو گئے تھے۔ تقریر کا سب لبراً تھا  
 کہ میں الہی مجاہدانوں ہے فکر عمل کے سہرا انقلاب میں جو بادشاہی  
 و نبوی تعلیم کا تمام تر مقصد یہی ہے کہ طمان حق جاہدین یعنی جاننا  
 کی قیام تھا انہوں کے ساتھ اہل ایمان کی یہ کوشش ہوتی چاہئے کہ پورے  
 دہلے کے مسلمانوں، ایک ہی دین حق پر مہترن ہو جائے۔ مغفرت و رحمت ایسے  
 ہی مردان مجاہد کے نصیب میں ہے۔ آج خواص و عوام کی اکثریت درج  
 الہی کے اور خرافی رسوم سے بے خبر ہے اگر ہم، دینی شعور اور پہلاری نہ  
 پیدا کریں گے تو پھر دین موت ہے یا خواب ایک بت کہ تصور استحکام  
 انجام آخرت ہی خطرے میں ہے

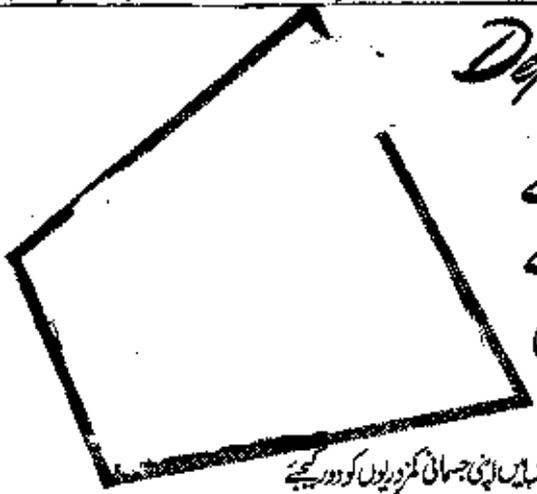
اس کے چند ماہ بعد بتاریخ ۵ ربیع الاول ۱۳۲۵ھ میں  
 کے شرکائے ادارہ کے اصرار پر امیر ادارہ نے دعا جواب کے ساتھ  
 محبوب نگر کا دورہ کیا۔ درجہ اولیٰ مستطعمہ روز قیام رہا۔ جائے  
 قیام کی پرورد و بعد نماز فجر اور بعد نماز مغرب دو دو گھنٹے مسافرت  
 مجلس کو دینی اسلام کی حقیقی تعلیم سے روشناس کرایا گیا۔ ہر مجلس میں ۸۰  
 حضرات موجود رہتے تھے۔ اشلے تقریر میں پد سوالات بھی کئے جاتے تھے  
 جن کے جوابات ان کے لئے عمدہ تفسیحی کش رہے۔ تقاریر کا موضوع تھا

شرک و بدعات کی تفصیلاً اور حسب دنیا و فیضانِ آخرت کی خبری۔  
 ناٹنگھری ہوگی مگر یہ ذمیان کروں کہ محبوب مگر میں دونوں تیرے پاس  
 قیام کے لئے وہاں کی ایک سرسبز اور وہ آستی مولوی محمد اسحاق صاحب  
 نے اپنے مکان عنایت کیا تھا۔ جزا اھو اللہ احسن الجزاء۔  
 اس اثناء میں دو شرکاء کے ادارہ عبد الحمید صاحب امداد حفظ  
 عمرینا احمد صاحب کو قواعد ادارہ کی خستلاف و زری اور امیر ادارہ  
 کی اطاعت نہ کرنے کی وجہ سے ادارہ سے خارج کر دیا گیا اور جب  
 ذیل چار شرکاء عبد اللہ نقوی صاحب و عبد العزیز صاحب نے امانت اللہ  
 صاحب اور عبد اللہ محسن کو ان کی درخواست پر خارج کیا گیا ان کی  
 درخواستوں کا مفہون ان کی درخواستی پستی کا آئینہ دار ہے۔ آخر الذکر  
 عبد اللہ محسن ہندو تھے اور اپنے گھر کے مسلمان ہوئے اور تقریباً دو  
 سال تک نہ صرف یہ کہ درستی تعلیم پائی بلکہ ان کے تمام اخراجات  
 خورد و نوش وغیرہ کا بار ادارہ ہی برداشت کرتا رہا خارج مشورہ  
 تادانوں کے اغواء میں گرا تھوں نے نا عاقبت اندیشی کی۔

حرم حائل سے ادارہ کے مدرسہ میں چوتی جماعت کا بھی انتظام  
 ہو گیا ہے۔ الحمد للہ رب العالمین۔  
 ادارہ کی آمدنی و خرچہ کو برابری کرنے کی اسلئے ضرورت نہیں کہ خواہ  
 مالی تعاون سے ادارہ قبضہ لے لیا جائے۔ ادارہ ہی تقریباً تمام  
 مصارف برداشت کر رہے ہیں۔ اور تمام آمدنی و خرچہ شرکاء کے علاوہ  
 کے ہاتھوں ہوتا رہتا ہے۔  
 ابھی تک تو علم کے علم بردار اور درویش مند و مالدار حضرات نے  
 ادارہ کو بھنگوئی خاص نوجوانوں کی پرورش کے لیے کیا بات قرار دیا ہے کہ ان میں  
 حضرات سے تعارف ہو تو ہوا۔ ایشیا ذرا اورہ کی مساعی پر خوشی والی انسان ہی کا اظہار  
 کرتے ہیں، گویا ہنوز ادارہ ان ہی حضرات پر مشتمل ہے جو علم و داد و ہمت  
 رکھتے ہیں ایک دو حضرات کسی قدر خوشحال بھی ہیں مگر وہ ارکان شوری نہیں ہیں  
 اگرچہ شرکاء ادارہ کی تعداد اس وقت (۱۹۵۷ء) سے ستورات کے علاوہ ہیں مگر ادارہ  
 کی صلہ حق ہندوستان کو باہر پاکستان کی آخری سرحد تک پہنچ گئی ہے۔  
 الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَمَا تَوْحِيفِي رَأَى يَا فَتَّحِي

# Depressed & worn out

## تھکے بارے انسان



ان جانوروں میں اپنی جسمانی کمزوریوں کو دور کیجیے

### ہمدرد کا مارا لحم دو آتش

ایک ایسا مستند دوا ہے جو تھکے دل و باطن کو تازہ کر دے اور اعصاب میں  
زبردست قوت پیدا کرے۔ اس دوا کی سال تک یہ دوا پوری دنیا میں چلائی گئی۔

تھکا ہوا مارا لحم دو آتش استعمال کی جانے والی دوسری دوائی کی سطحیت  
کے لئے عمدہ ہے کسی ترقی یافتہ ملک سے لے کر پابند ذلیل و خوار تک



#### فارمولہ

- ۱۰۱) تھوڑی اور تھوڑی دو ڈال کا شہ و شہ حرقہ
  - ۱۰۲) کبھی کبھی طریقت سے من گئے ہرے کوشت کا تھال
  - ۱۰۳) پھلور اڈنا ڈاٹھ کر بون کی گھری روکت۔
  - ۱۰۴) تھوڑی اور خوشبودار اجڑا اور
  - ۱۰۵) تھوڑی اور دلفریب رنگ
- دوا دوس کی ایک تھوڑی گھری:
- ۱۰۱) تھوڑی اور تھوڑی دو ڈال کا شہ و شہ حرقہ
  - ۱۰۲) کبھی کبھی تھال کوشت اور اسٹروٹھیں
  - ۱۰۳) پھلور اڈنا ڈاٹھ کر بون کی گھری روکت۔
- اجسٹرا۔

#### عرق:

مصلح سفید یا پھلور اڈنا ڈاٹھ کر بون کی گھری روکت۔  
 کبھی کبھی اور اسٹروٹھیں، کبھی کبھی کبھی کبھی کبھی  
 تھوڑی اور تھوڑی دو ڈال کا شہ و شہ حرقہ، کبھی کبھی  
 کبھی کبھی کبھی کبھی کبھی کبھی کبھی کبھی کبھی  
 رگوع:  
 تھوڑی اور تھوڑی دو ڈال کا شہ و شہ حرقہ  
 پالک اور تھوڑی۔

## ہمدرد دواخانہ (دقت) دلی کانپور۔ پٹنہ

مستقل عنوان

# مسجد سے رہنما کے مکالمے

ان  
ملا ابن العرب کی

بات کر رہا ہوں۔ میں نے لاؤڈ اسپیکر کی طرف اشارہ کیا ہے  
سننے سننے کان بوی بچوں کی باریک آوازیں سننے کی صلاحیت  
سے محروم ہو گئے ہیں۔

وہ کھوئی کھوئی نظروں سے میری طرف دیکھتا رہا۔ اس کی  
سمجھ ہی میں نہیں آیا کہ میں کیا فلسفہ بگھاڑ گیا ہوں۔ یہ میری ہی حالت  
تھی کہ اس کی استعداد کا لحاظ نہیں کیا تھا ہر بے جو شخص تو ایسا  
کے ریکارڈ بجاتا ہو وہ ملائی طرز کلام کو کیا خاک بچھے گا۔ اردو  
ہی میں عرض کرنا پڑا۔ ”تمہیں چوبیس گھنٹے بھونبو نہیں بچانا چاہیے  
اور بجانا ہی ہے تو تو ایسوں سے باز آؤ۔ وہ نہ بچھے اگر کسی دن حال  
آگیا تو تمہاری مٹی پلید ہو جائے گی۔“

”واہ صاحب پندرہ روز پے سال دیتے ہیں کیوں نہ بچائیں۔“  
”میں تمہیں پندرہ سو دوں گا لاؤ کان کے پردے میں کیسیل  
شورنگ دوں۔“

اس کی آنکھیں پھیل گئیں فالسٹا یہ سیدھا سا عملہ بھی اسکی  
کھو بڑی میں نہیں سمایا تھا۔

”دیکھو میرے کان میں جھانک کے دیکھو“ میں نے کان اس کی  
طرف کر کے کہا۔ ”تمہارا بے بھونبو لے سو راج آرام  
پار کر دیا ہے۔“

”جی... جی ہاں ہمارے یہاں آرام پار والا ریکارڈ بھی ہے؟  
یہ کہہ کر اس نے ایک ریکارڈ چڑھایا

جیسا تیرا وہ بے پیرول کے آرام پار ہے  
جانے کس کی جیت ہے یہ جانے کسکی ہار ہے

”تمیک ہے... بس اس طرح کے گانے بجالایا کر دم سے  
کم گستاہ کی لذت تو آجایا کرے گی؟“

اسنے میں ایک گاؤں والا دکاں پر چڑھا اور صاحب کان  
سے کڑا کے دار آواز میں بولا۔

تاریخ نوشتہ: ۱۵ اکتوبر ۱۹۵۲ء۔

دفتر تجلی کے قریب ہی بی بی ایڈیٹر تجلی کی تاک کے نیچے دو  
دکانیں ہیں جن پر عبور اسرافیل جیسی آواز والے لاؤڈ اسپیکروں  
سے ریکارڈوں کے نغمات نشر ہو رہے ہیں۔ ایک ریکارڈ ہیٹ  
زیادہ بجاتا ہے۔

ایسے قوت لیال کے حسن والوں نے

گوئے گوئے گاؤں نے نکالے کالے باؤں

صبح اشام اور پھر جب بھی عاجز دفتر کی طرف گذرتا ہے یہ  
نغمہ بانظر ضرور گوش گزار ہوتا ہے اور یقین ہو چلا ہے کہ یہ بھی  
نیٹے آسمان جیسی کوئی شے ہے جو کہ وارض کے ساتھ ساتھ پیدا  
ہوئی تھی اور قیامت سے پہلے ختم نہیں ہوگی۔ اشعار کے معانی  
سے تو یہ گمان ہوتا تھا کہ یہ کسی شاندار سماجی و اصلاحی فلم کے  
ہیر وئے اُترتے گا یا ہو گا جب کالج کی دو درجن لڑکیوں کو دیکھ کر  
اُس سے یہ فیصلہ نہیں ہو رہا ہو گا کہ دل کیسے دے اور کسے نہ دے۔

واقعی جب حسن والوں کی پلٹن سامنے ہو تو انتخاب کا مسئلہ تصوف  
کا مسئلہ بن جاتا ہے جس کی تحدیدگی سے گھر اگر تجویر اٹھ کر وہ قسم  
کے شعر گانے پڑتے ہیں لیکن گانے والے کی آواز ستا رہی  
تھی کہ فلمی ہیر وکی بجانے وہ کسی ایسے جفا دری توائل کے گلے سے  
نکل رہی ہے جو اہل تصور کے غضب سے ہمہ تن تصوف بن چکا ہے  
اور ہر تان کے ساتھ دیوبند کے خشک اور بد ذوق رہزیوں کی  
سات پستوں سے گن گن کر بدلے لے رہا ہے۔

ایک دن میں نے دونوں میں سے ایک دوکاندار سے کہا  
”اے مجدد فیوض تو کیوں ہماری جان کا دشمن ہوا ہے؟“  
”میرا نام تو بیخ الزماں ہے! اسنے دانت نکال کے اظہار

دی۔

”تیرا نام چاہے امام الہند ہو میں اس شیطانی بھونبو کی

خسرو کی ایک بریت پر جو حال آیا تو سارے کپڑے اتار پھینکے بس  
چڈی اور محرم رو گئے تھے....

غرض یہ صوفی صاحب اپنے جانے والے تھے۔ اخلاقیات  
بلاوا منظور کر لیا۔ کہنے لگے۔

”سنتے جاؤ بالائی چیز ہو رہی ہے۔ ہاسٹے۔ ہمیں تو لوٹ لیال کے  
حسن والوں نے

”میرا خیال تھا اس ریکارڈ کو روز سنتے سنتے آپ بھی عاجز  
آگئے ہوں گے۔“ میں نے متانت سے کہا

”کمال کرتے ہو۔ ارے یاریہ عاجز آنے کی چیز ہے۔ ذرا شوق تو  
کیا کیا شعر میں....“

اور میں ایک ایسے تنظیم کی طرح جسے بیوی نے مارا ہوا ہوگی  
ٹوٹی ہوئی کرسی پر ڈھیر ہو گیا ریکارڈ کے پورے اشعار تو یاد نہیں  
ہیں تھوڑے بہت جو اور جس طرح یاد ہیں آپ کو بھی سنناؤں گا ضرور  
سنناؤں گا میری طرح اب بھی تو اپنی بولیاں تو ہیں۔ غنیمت سمجھئے  
نغمے کی آواز کو کاغذ پر مستقل کرنا ممکن نہیں ہے۔ ورنہ تو چھنے کے ساتھ  
آپ کو ناچنا بھی پڑتا۔ حافظہ کی نالائقی سے اگر میں کوئی مصرعہ قلم  
لکھ سب لوں تو کسی مستند صوفی سے تصحیح کرا لیجئے۔

ہمیں تو لوٹ لیال کے حسن والوں نے

گوئے گوئے گاؤں نے کالے کالے ہاؤں نے

خدا جو لیگا قیامت میں کچھ حساب کتاب

تو ہم کہیں گے گو کیا ہم نے پوچھے ہیں جناب

تمام عمر لڑھائی ہے بخود ہی کی شراب

کسے یہ ہوش تھا کھاتا رہے حساب کتاب

ہمیں تو لوٹ لیال کے حسن والوں نے

گوئے گوئے گاؤں نے کالے کالے ہاؤں نے

جناب شیخ شریعت کا ذکر کرتے ہیں

بہت ہی سادہ حقیقت کا ذکر کرتے ہیں

ہم اہل دل ہیں طریقت کا ذکر کرتے ہیں

عجیب راز مشیت کا ذکر کرتے ہیں

ہمیں تو لوٹ لیال کے حسن والوں نے

گوئے گوئے گاؤں نے کالے کالے ہاؤں نے

”جو دھری کوئی صوفیاء نہ ریکارڈ سنناؤ....“

”آؤ آؤ.... ابھی تو....“

نورڈار ریکارڈ بدل دیا گیا اور اب پھر وہی ازلی نغمہ گونج  
رہا تھا۔

ہمیں تو لوٹ لیال کے حسن والوں نے

گوئے گوئے گاؤں نے کالے کالے ہاؤں نے

مجھے عسوس ہوا جیسے دکاندار نے میرے ہنڈ پر ٹھوک دیا  
ہے، جیسے سڑی ہوئی گالی دیدی ہے، منہ لٹکا کے واپس ہو رہا  
تھا کہ پاس ہی کی دکان سے کسی نے آواز دی۔

”مولوی جی آجاؤ بیٹھ جاؤ چیزیں کے جانا“

یہ ایک صوفی صاحب تھے۔ برکت اللہ طبریزی۔ مجھ سے  
خاصی شناسائی تھی۔ سماج کا ذوق بہت رکھتے تھے۔ ہال بچوں

سے فارغ ہو کاتے عرصے کلیر کے لئے جوڑے اور سال بہ  
سال لٹا آتے۔ زمانہ عاشقان اولیاء کی صنفی اقسام کے خاص

ماہر تھے۔ ایک دن فوکلیر میں ان کا ساتھ رہا تھا تو عجیب ایمان  
افروز ملامت سے سرفراز کیا تھا۔ مجھے ہی کی وجہہ خاتم کے ہاتھ

میں بتانے لگے تھے یہ ”پدمی“ ہے نازک مزاج لوگوں کو پسند  
کرتی ہے اسی لئے مرزا جان جاناں کے سلسلہ بیعت میں ہو

آگرے کی چلن ہاتھ کے متعلق نر مایا تھا۔ یہ ”رکنی“ ہے دوہرے  
بدن کے جی داروں کو مرغوب رکھتی ہے اسی لئے خواجہ چوہان

پیلوان کے مریدوں میں شامل ہے۔ پونا کی مس گلدار کا حال  
کھولا تھا۔ یہ ”چمنی“ ہے۔ ناز نخرے والوں سے دل آنکائی ہے

اسی لئے شاہ پیلوٹری ہسوا کی ڈور سے بندھی ہے۔  
”چمنی“ میں چوڑکا تھا۔ یہ قسم میں نے پہلے کبھی نہیں سنی۔

”آپ نے سننا ہی کیا ہے مولوی جی“ وہ غمزہ انداز میں مسکرائے  
تھے ”ابھی تو طریقت کی الجھد کھول رہا ہوں۔ ہوتے یہ آگیا تو چھین

حسابیں گے۔ جتنی کلن پہ تو بڑے بڑے نہیں پہنچ پائے۔۔۔“  
”میرا جی چاہ رہا ہے مادہ زاد ننگا ہو کر ناچوں۔ کیا خیال ہو؟

میں منتنا یا۔  
”ارے ہاں ننگا ہونے پہ یاد آ یا نسر زانہ ہرتے رانی تو کمال  
ہی کرتی ہے۔ آلا قسم پار سال آنکھیں چکا جو نہ کردی تھیں۔ امیر

بھیجتا رہے۔

نورا کتائے کرمی گیا مگر وہاں وہ اور زیادہ بیمار ہو گیا اور چند روز کے بعد مر گیا۔ نورانے کتے کی کھال اتروائی اور اسے دیوان صاحب کے حضور اس کی موت کے ثبوت میں پیش کر دیا۔

دیوان صاحب نے الزام لگایا کہ کتا اس کی لاپرواہی اور غفلت کی وجہ سے تمراہل بنا چنانچہ انہوں نے بطور سزا کتے کی قیمت خرید اور اس کی صحت کی بحالی پر ہونے والے خرچ کے معاوضے میں نورانے کی جائیداد ضبط کر لی۔ خبریں بتایا گیا ہے کہ مارشل لا کے حکام کے حکم کی تعمیل میں دیوان صاحب نے اب یہ جاننا دیا کہ وہاں کس کوئی چیز ظاہر ہے نہ وہی کے کسی تبصرے کی ضرورت باقی نہیں۔ متن آپ اپنی تفسیر ہے۔ تاہم تہوری مخالفوں کے بعض اخباروں نے حسن نگارش کا بایں طور مظاہرہ کیا ہے کہ جس طرح کسی دائرہ کی داغ بیل بدکاریاں خود دائرہ کی سیب نہیں بنا دیتیں اسی طرح بعض داغ باز اور نفس پرست متصفین کی ادبائشیاں خانقاہی تصوف اور نفس سجادہ نشینی کے مردود ہونے کی دلیل نہیں ہیں۔

بات رتی ماشے سے صحیح ہے۔ یہ عاجز بھی عمومی و نظری اعتبار سے ان چیزوں کا مخالف نہیں رہا ہے کیونکہ ناشی میں انھی چیزوں نے بڑے بڑے ائمہ والے پیدا کئے ہیں لیکن اب یہ سرگئی میں انہیں کیڑے پڑ گئے ہیں، اگر ان کی اصلاح اور بقا کی خواہش ہے تو پہلے ان کے دائرے سے چند عناصر نکالو۔

(۱) زبان عاشقان اولیا (۲) ۲۵ سال سے کم کے لوڈ سے (۳) گانا بجانا دم عس کے سبیلے (۵) شہر اب گانے انیم اور چرس وغیرہ کا استعمال (۶) وہ میں جنگی سدرت ہی میں ذہنی آوارگی اور فکری ادبائشی داخل ہے (۷) دہائی تصورات۔

اس کے بعد عمر سحر کی توفیق پسندی کے مباح و معتدل تقاضوں کی حد تک تصوف کے رخ پر فکر و استدلال کا آغاز ملو۔ غلیظ قسم کی روایت پرستی اور اہل جوہر کاری سے ہاتھ اٹھاؤ اور حافی شعبہ دل کو وینڈاری کا نام مت دو۔ درندہ اگر تم بھلے دفتر تصوف کو چوں کاتوں آج کی امت مسلمہ کے سر پر لادنے کی کوشش کو روکے تو لادنا وہی سب کچھ ہو گا جو آج ہو رہا ہے۔

دیوبند و اعظما و اداں قلندروں کو نہ چھیڑتا  
یہ اپنے حال میں گم ہیں پھندروں کو نہ چھیڑتا  
شباب جن کے گہرے سمندروں کو نہ چھیڑتا  
دیا عشق و وفا کے سمندروں کو نہ چھیڑتا

انہیں تو ٹوٹ لیا طے کے حسن دالوں نے  
گرسے گرسے گاوں نے کالے کالے باہوں نے

۱۶ دسمبر ۱۹۵۸ء۔ محرم مکرم جناب مارشل لا آت پاکستان نے جہاں دہریہ تاجرا اور صنعت کار جیسے دنیا داروں کے عارض ہائے لالہ فام سے گھونگٹ اٹھائے ہیں وہیں بیچارے بعض خدا رسیدہ سجادوں اور اسلامی یادروں کے بھی سروں میں تھوڑی سی تیل پاش کر دی ہے۔ نسل ماش ہی کہئے۔ روزنا اصلاح کا ڈنڈا تو ابھی اور طرف گرم کار ہے۔ اگر کبھی یہ قبوری تصوف کے مقدس حرم پر گھوما تو وہ وہ گڑ سے مردے اکھڑیں گے کہ زندگی چودہ پشتوں کا سانس رک جائے گا اور چشم نلک کر اپنے نئے نئے نمبروں کی عینک ڈھونڈنی ہوگی۔

ایک عمومی سا واقعہ آپ بھی سنتے چلئے۔ اس کے سہرہ میں حضرت شیخ بابا فرید الدین گنج شکر کے سجادہ نشین دیوان غلام نظام الدین صاحب اس داستان کو میں روزنامہ "تسلیم" لاہور مورخہ ۱۲ نومبر ۱۹۵۸ء سے بعدیہ نقل کرتا ہوں۔

"مارشل لا کے حکام نے پاک پٹن کے سجادہ نشین دیوان غلام قطب الدین کو حکم دیا ہے کہ وہ ۲۴ گھنٹے کے اندر اندر نورانی ایک شخص کی جائیداد کو واپس کر دیں جو انہوں نے ضبط کر لی تھی۔ اس جائیداد میں جو سات ہزار روپے سے زائد مالیت کی ہے، ان میں بھینس اور گھر کا دو سہرہ اسامان شامل ہے۔ نورانے جو پاک پٹن کا بہشتی ہے، مارشل لا کے حکام سے اس جائیداد کو واپس دلانے کی درخواست کی تھی۔ نورانے اپنی درخواست میں کہا تھا کہ دیوان قطب الدین نے ایک کتاب طمانیہ سے سات ہزار روپیہ میں خرید لیا تھا۔ یہ کتا پاک پٹن پہنچنے پر بیمار ہو گیا۔ دیوان صاحب نے نوٹا کو اس خدمت پر مقرر کیا کہ وہ کتے کو صحت کی بحالی کے لئے مری لے جائے۔ انہوں نے ہدایت کی کہ وہ مری سے روزانہ کتے کی صحت کے متعلق رپورٹ

ہی پڑھ پائے تھے کہ اونگھ گئے، اگلے روز دن میں سوئے۔  
عشاء کے بعد بغیر دودھ کی دو پیالی چائے پی پھر عزم کی  
ساتھ منتر شروع کیا۔ آخر شب میں نیند نے حملہ کیا تو پوری  
مردانگی کے ساتھ ارجھ گیا۔ آخر کار صبح پختہ ہی لی مگر اس کا  
کیا علاج تھا کہ منتر کی گنتی دس ہزار سے آگے نہیں بڑھی  
تھی۔ بڑی فکر ہوئی۔ اگر تھوڑا سا فرق رہتا تو دل کو تسکین ہی  
جسا سکتی تھی کہ اگلی شب زیادہ روانی سے پڑھ لیا جائے گا  
مگر کہاں ایک لاکھ کہاں دس ہزار۔

دوڑ سے ہوئے ہمارے پاس پیچھے اور ماہرا بیان کیا۔  
”کچھ بھی جو“ اسنے کہا ”چاہے کسی اور کو ساتھ لگا لو مگر لاکھ  
تو پورے کرے ہی ہیں“

صوفی جی خوش خوش گھر لوٹے اور ایک بیوی، ایک  
سالی، دو صاحبزادیں، زمین تڑکیوں کو چھ دن کی کوشش  
سے منتر کے بول روٹا سے پھر عجوات کی صبح ہی آندرویدیا  
کہ آج دن بھر سب سوئیں گے رات کو منتر پڑھنا ہے بیوی  
تلائی۔

”میں جوڑی دن میں کب سوتی ہوں۔ نیند کوئی اپنے قبضے  
کی ہے“

سالی ٹھنٹھائی۔ ”نہیں دوہا بھائی دن میں نیند  
نہیں آئے گی“

بزنورداروں میں سے بڑے نے ہانک لگائی ”ابا سیان ج  
تو فوراً منٹ دیکھنے جانا ہے“

سب سے پھوٹے تٹلائے۔ ”پاپو مرٹی دھون کا کھیل ہم بھی  
دیکھیں گے“

صوفی جی سب کی باتیں پی گئے جیسے سنی ہی نہیں اور  
کمرے سے اپنا خصوصی ڈنڈا اٹھا کر لائے جسے وہ غنیمت کے  
مکمل تجویزی اعلان کے ساتھ ”تقلیبہ الغافلین“ کہا کرتے  
تھے۔ یہ روٹی لکڑی کا بنا ہوا تھا۔ سنا گیا ہے کہ کچھ دنوں شان  
کے بھی استعمال میں رہا تھا۔

”تم سب حرامزادوں کی بڑیاں توڑ ڈالوں گا۔۔۔۔۔ چلو سب  
پرلٹو۔۔۔۔۔ چلو۔۔۔۔۔“

۱۴ دسمبر ۱۹۵۷ء :- دوسرے پھسار منصوبے کے بارے میں  
آل انڈیا یو ایس اسکاڈس کے زیر اہتمام ایک مباحثے کا افتتاح  
کرتے ہوئے مرکزی وزیر اطلاعات ڈاکٹر کھیسکر نے کہا کہ  
”ملک کو تیزی کے ساتھ ترقی دینے کے لئے قرآنی  
دینے کی ضرورت ہے“

ٹھیک کہتے ہیں۔ عوام پیدا ہی اس لئے ہوئے ہیں کہ  
قرآنی کا بجز اگلے وزیر وزیر کی لکڑی جولانیوں کو خراج ادا کرنے  
رہیں و کثیر غلب بیماری تو اس قابل تھی ہی کہ اس کی کھال کھینچ  
لی جاسے مگر بیماری نیک نام جمہوریت کا یہ قماشہ بڑا ہی قابل  
دید ہے کہ برسر اقتدار گردہ چساور دیکھے بغیر پاؤں پھیلا دینا  
سے اور عوام کو جمہور کرنا ہے کہ اس ناکافی چساور میں اپنی کھالوں  
کے پیوند لگا کر لیا کرتے جواز، ڈکٹیٹر شپ میں ہرٹ ایک شخص  
کی لاکھی گھومتی ہے اور یہاں اس لاکھی کو ایک نیم پختہ کر رکھا رہی ہے۔  
نشانہ دونوں ہی حالتوں میں عوام ہی کی کھو پڑیاں بن سکتی ہیں۔

ابھی چند روز ہوئے ایک جالیہ تو بس قسم کے حکومتی لیڈر کا کچھ  
اس طرح کا فرمودہ نظروں سے گذرا تھا کہ حزب مخالف اور عوام  
ٹیکسوں کے اٹھانے پر تو شور مچاتے ہیں لیکن یہ کوئی نہیں بتانا کہ  
حکومت کے اخراجات کیونکر پورے ہوں، منصوبے کی طرح  
تعمیل کو پہنچیں۔ ان الفاظ میں جو افلاطونی مہم اور غیرانہ قطعیت  
ہے اس پر ہر سیاسی صوفی کو حسد کرنا چاہئے، مطلب  
یہ ہو کہ حکومت کے بنائے ہوئے اور ہا ادب کے منصوبے

تو جی آجی ہیں کہ ان کے طول و عرض پر کلام ہی نہیں ہو سکتا بس  
کلام اپہ ہو سکتا ہے کہ جوڑہ رقم کہاں سے حاصل کیجائے  
اس پر عساجز کو صوفی قطب الدین یاد آگئے۔ بڑے معرکے کے  
بزرگ تھے۔ ایک دفعہ سٹے کا نمبر پوچھنے کسی جانتا ہے کہ  
پاس گئے تھے اس نے کہا کہ سٹے کی بجائے ہم نہیں درست  
غیب کا منتر بتائے دیتے ہیں سو روپے روز سہا ہنے سے  
ملیں گے ساری عمر کو چھوٹ جیسا گئے۔ اس سے بہتر کیا  
ہو سکتا تھا سو گیارہ روپے میں عمل سیکھ کر گھر لوٹے جشاد  
کی منار پڑھ کر دایت کے مطابق خوشبو میں جلائیں اور منتر  
چساکر دیا۔ صبح تک ایک لاکھ مرتبہ پڑھ لینا ضروری تھا۔ ہزار

چھوڑے کے سوا سب جانتے تھے کہ ڈنڈا محض دھمکی نہیں ہے، بہت آسانی سے برس سکتا ہے۔ چھوٹا پھر بھی کنکنا یا "موٹی دھوین"۔۔۔۔۔"

"دھوین کے پیکے، مار ڈالوں گا" صوفی جی وہاڑے۔ پھر بھی کوہستروں پر دراز ہونے میں دیر نہیں لگی، عشاء کے وقت سارا گھر چٹائیوں پر بیٹھا ہوا تھا کہ بیوی نے ڈرتے ڈرتے کہا

"چھٹن بھلا کیا پڑھے گا۔ اسے سلا دوں۔"

"اس کا تو باپ بھی پڑھے گا۔۔۔۔۔ فرزند تو رٹا دیا ہے سارے کو۔ چلو۔"

اور سب چالو ہو گئے، لکھیوں کی سی بھینھنا ہر شے سے فضا سمجھ ہو گئی، چھٹن کبھی کبھی زور سے پڑھتا تو صوفی جی مکر یہ دھبہ دیکھ کر کے بڑبڑاتے۔

"سارے ہلکے پڑھ۔۔۔۔۔ اور یہ چنے غلط امرت گنتا"

عصمت حسانی کے لئے چنے ہیلے گئے تھے۔ چھٹن گھنٹے بھر بعد اؤنگھ گیا، صوفی جی نے کان ایٹھے وہ رو پڑا۔

"یہ سارا ناس کرے گا۔۔۔۔۔"

"اسے سلا ہی دوں۔۔۔۔۔" بیوی نے ڈرتے ڈرتے کہا

"نہیں تو شرور ہی سے اسکا تم کھا رہا ہے۔ جاؤ جلدی سے لاڈلے کو سلاؤ۔۔۔۔۔ سوخا نہیں کہیں گا"

اب صوفی جی نے چھٹن کے پڑھے ہوئے چنے گئے ہند رہ تھے، چیخ پڑے۔

"سارے نے گھنٹے بھر میں کل ہند رہ دنو پڑھا ہے"

بیوی چھٹن کو اندر بستر پر لے گئی تو بچارہ بھوپن سے بولا۔

"اتنی میں نے میں چنے کھا لئے، پاپو سے نہیں کہنا"

"چپ۔۔۔۔۔" اتنی نے ہاتھ سے اس کا منہ دیا یا اور جلدی جلدی تھپک کر سلانے لگی۔

نصف شب تک تو گاڑی چلتی رہی لیکن پھر غبردار سر ڈھلکنے شروع ہوئے۔ ویسے "کالی مائی" کو تو پھیلے برنور دار کالی دیر سے "مالی مائی" اور "مالی کائی" وغیرہ پڑھ رہے تھے۔

اور بڑے سزا مند تو شروع ہی سے "من جن من" کو جان من" اور "کالا دیو" کو "کلا دیوی" جب سب تھے۔ کلا ان کے کالج کی ایک حسین لڑکی تھی جو کسی طرح لغٹ دینے میں نہیں آرہی تھی۔ صوفی جی نے پہلے لوگوں کو نہیں پکڑا پکڑنے کے سیدھی کہیں لیکن جب چند ہی منٹ بعد پھر وہ ڈھلک نہیں تو بھٹا اٹھے۔

"سب سارے حرام کی کھا لئے ہیں، ابے سارا دن سوئے ہو تب بھی پھیلے جا رہے ہو"

اب صوفی جی کو کون بتاتا کہ بالجر لیٹ نا اور پچ مچ سونا

ایک ہی بات نہیں ہوتی، بڑے نے تو سارا دن آنکھیں بند

کئے کئے دوپڑا نے نادوں کاپلاٹ دل ہی دل میں دہرایا

تھا، دو کالج کی بریوں کو اعلیٰ قسم کے رد مالوی خطوط کہنے کا

مضمون سوچا تھا، کرکٹ میں چھین بننے کے خواب دیکھے تھے،

بیوی نے چار پانچ ماہ بعد آنے والے مولود کے مذکر اور

مؤنٹ دونوں نام تجویز کئے تھے، پھر ہمسائے کے نرم مزاج

شوہر کی ذمہ داریوں کا تصور کر کے گھنٹوں ٹھنکی تھی، اس شہرت

تھی کہ دنیا میں ایسے بھی لوگ ہیں جو بیوی بچوں کو گالی باتیں

دیتے، علیٰ ہذا جملہ میراں خاندانی اپنی بساط کے مطابق خیالی حکومت

وڈاٹے رہے تھے، اور چھٹن نے تو سونے کی نمائش کے طور

پر پیشاب بھی پلنگ ہی پر کر لیا تھا۔

صبح تک عرف بیوی ہی ساتھ دے سکی ویسے منتر کے

آخری شہید "آرم پار" کو اس نے بھی کئی دفعہ "عبد الجبار" پڑھا

تھا، عبد الجبار اسی ہمسائے کے شوہر کا نام تھا جسکی پر مسرت

زندگی کے تصور سے وہ بالعموم کڑھا کرتی تھی۔ صبح کو پڑھے ہوئے

چنے گئے گئے تو کچھ اور چالیس ہزار تھے۔

"ستیا ناس" وہ ڈنکارے "م سب کی زبان ویسے تو تھی

کی طرح چلتی ہے، منتر میں سنا سب سوگھ گیا، آؤنگھ۔۔۔۔۔"

دو چار دن بعد صوفی جی نے پھر ایسا ہی منصوبہ بنایا

اب کی وہ ڈاکٹر سے ایسی دوا بھی لائے تھے جس سے ہیند

کے فرشتے کم سے کم ایک رات کے لئے ضرور کوخا کر جائیں،

اس بار تندرہ ساٹھ ہزار تک پہنچی، انہوں نے ہمت نہیں

باری اگلا منصوبہ دو دو دستوں کا اضافہ کر کے بنایا اور

جمہوری حکومت ایسے شاہانہ مسرات کا تصور بھی نہیں کر سکتی لیکن آج وہی آزاد ہندوستان کی جمہوری حکومت ہے، وہی عزت ہے اور وہی جمہوری شہزادے اقتدار کی کرسیوں پر نشتر لیٹا رہا ہے لیکن دور انگریز کے حکمانہ طرز زندگی اور مشاہروں کو نہ صرف قائم رکھا گیا ہے بلکہ نو دولتوں کے اوسھے پن لے کئے ہی منصب داروں کو خاقان ابن خاقان بنا چھوڑا ہے۔

لگاؤ جتنے جنس لگا سکتے ہوں لگاؤ۔ جو جتنی قربانیاں عوام سے لے سکتے ہوں۔ تمہارا سے ہی لئے جسہ منی کا ایک صوفی شاہو کہہ گیا ہے۔

تیر تیر جلاؤ تمہیں ڈر کس کا ہے  
سینہ کس کا ہے مری جتا جگر کس کا ہے

**۱۸ دسمبر ۱۹۴۷ء** جریدوں اشتہاروں لیبوں بورڈوں اور کانڈروں وغیرہ میں عورتوں کی تصاویر جس بیجا انگیز افراط کے ساتھ استعمال ہو رہی ہیں اس سے شہرہ ماکر بعض غیرت مند خاتونوں نے آل انڈیا خواتین کانفرنس گوامیہ میں مطالبہ کیا ہے کہ یہ استعمال بند کیا جائے۔ خیال نیک ہے۔ لیکن ملا کے بھیجے میں یہ بات نہیں سمائی کہ یہ مطالبہ کیسے ہوئے؟

کسی زبان کو روکنے کے وہی طریقے ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ افراد کے عوامی ضمیر اور اخلاقی حس کو اس حد تک سیدار کر دیا جائے کہ وہ آپ سے آپ برائی سے دستکش ہو جائیں۔ دوسرا یہ کہ قانون کی تلوار ان کے سروں پہ لگا دی جائے۔ اب پہلا طریقہ تو خسار جہ از بحث سمجھ لینا چاہئے کہ ہمارے دیش میں ضمیر اور اخلاق کو در ایسے بد نصیب تقسیم ہیں جنکے سروں پر ہاتھ رکھنے والا کوئی نہیں۔ ملا پنڈت لڑی پھٹی ہوئی ڈھیلی بجائے جائیں مگر سیاسی استقامت اور کاڈرا سیر معاشرے کی گاڑی کو اس لائن پر دوڑا رہا ہے جس میں ضمیر و اخلاق نام کا کوئی سنگل نہیں بلکہ یہ دنیا نویں جنسین قوم پرستی، مذہبی ترقی اور چرب زبانی کے کاٹنے پر تڑپ رہی ہیں

آخند کار ایک رات لاکھ کی تعداد پوری ہی ہلو کر رہی۔ اب خوشی کے مارے ان کا بھیجا ہوا میں اڑا جسا رہا تھا کہ نقد ستر روپے پوسٹل گروہ ہاتھ لگا کر میں گے۔ انھیں کیا معلوم تھا کہ پچھتے والوں کے ذہنی انتشار اور اکتاہٹ نے ستر کے مشہدوں کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے۔ جب وہ تین مہینے خالی گئیں تو ڈنڈا اٹھا کے ہاتھ کے صحرائی استخوان پر پیچھے۔ وہ کہیں جا چکا تھا اور ایک کتا اس کے آسن پر موت رہا تھا۔

نوروز بالسر بات کہاں سے کہاں پہنچ گئی۔ ذکر عوامی قربانی کا تھا۔ تو بھائی قربانی، تعمیر، ترقی اور خدمت پڑے بڑے خوبصورت الفاظ ہیں لیکن ان کے طلسمی معنی آج تک کسی لغت نویس کے ہاتھ نہیں گئے یہ ظالم گرگٹ کی طرح رنگ بدلتے رہتے ہیں۔ مثلاً یہی الفاظ جب روس میں استعمال ہوں تو ان کا مفہوم ہوتا ہے "خار دار کاٹوں کا ایک باڈا ٹیکے حصار میں عوام کے جسم، ضمیر، تخیلات اور تمام ہی انسانی صلاحیتیں سک سک کر اپنے آقاؤں کے گیت گاتی رہتی ہیں۔ اور یہی الفاظ جب امریکہ کی زبان سے نشتر ہوں تو ان کا مطلب ہوتا ہے روس کے گرد گھیراؤ، نا، فوجی اڈے حاصل کرنا وغیرہ اور یہی الفاظ جب ہندوستان میں بولے جائیں تو ان کی تعمیر ہوتی ہے کاغذی جمہوریت، ڈیرہ سیر کا گیہوں بڑھتی ہوئی بے روزگاری، سودی قرضوں کا انبار، صنعتی باڈو اور میکسوں کا منوں بوجھ۔ اس کے علاوہ ان کا یہ بھی مطلب ہوتا ہے کہ وزیر ایڈر اور پارلیمنٹری کمیٹی عوام سے قربانی کے مطالبے کرتے رہیں مگر اپنے نوابی ٹھاٹ میں ذرا کمی نہ آنے دیں۔ اپنی آن بان ایسی رکھیں کہ مغل شہنشاہوں کو بھی قبروں میں پسینہ آجائے، خور سے دیکھتے ہمارے جمہوری شہزادوں میں کئی ایسے ہیں جنھوں نے انگریزی دور کے اچھے عہدہ داروں کے گرانقدر مشاہروں کی مخالفت میں پھیٹوں اور فاؤنڈیشن بنوں کا سارا زور صرف کے نقد پڑا اور تحریر اعلان کیا تھا کہ ہندوستان جیسے عزیز ملک میں یہ عیاشانہ طرز زندگی اور بے نیکی شاہی سرفیہدی ناقابلِ حواہ ہیں اور آزاد ہندوستان کی

تجلی کہاں رہی ہیں۔ مٹلنے کے انتظار میں ایک کونے میں بیٹھی ہیں جب لوہا، سیمنٹ، اینٹ، پتھر وغیرہ مٹل لیں گے تب ان کا بھی نمبر آجائے گا۔ مذہبی آیا تو کوئی حرج نہیں۔ غلوں کے سردکاری نیوزریں، زبان دراز لیسٹروں کی تقریریں اور چیلے پر دیگت سے وہ بلائیں ہیں کہ سواد مند عوام کو ہے اور سیمنٹ ہی کو ضمیر و اخلاق کا روحانی ایڈیشن ماننے پر مجبور ہو جائیں گے۔ خود مغربی، نفسانیت، ہوس زراہ تمام ہی وہ لغتیں چشم بد دور پانی کی طسرح عام میں جو غیر متوازن اور یک رخ ترقی کے لہن سے تولد ہو سکتی ہیں۔ شیخ جلیوں کے سوا کون تو قبح کر سکتا ہے کہ اس ماحول میں عورت کا جی بھر کے استعمال کرنے والے دلش بھگت رضا کارانہ اور اختیار ہی تنگی کی طرف مائل ہو سکیں گے۔

دوسرا طریقہ بھی غیر ممکن ہی سمجھئے۔ قانون بنانا جس مقتدر گروہ کے ہاتھ میں ہے وہ دقتیافوسی نیکیوں اور پرانی اخلاقی قدروں میں یقین نہیں رکھتا۔ "یقین" کا لفظ لٹھوڑ ہے در نہ زبانی جمع تخریج میں تو بڑے بڑے گلیانی اور دیوتا بھی اس کے کچروں سے مات کھلنے ہوئے ہیں۔ تھو تھلا اور دماغ نشی مظاہرہ اس سے جتنا چاہے کرالو لیکن اگر یہ کہیں گے کہ اربہا ارب کے منضویوں میں سے چن رہی کوڑو روڑے قوم کی اخلاقی اصلاح کے جزوی منضویے پر وقت کرو واد رہا لحاظ ملت و مذہب ملک کے چنند مستند اصلاح پسند دل کا انتخاب کر کے متفق علیہ جملاتیوں کے پرچار اور ناقابل اختلاف برائیوں کی بیج کنی کا کوئی افرانگز پر دگرام بنواد تو صاف جواب لے گا کہ کیا سکتے ہو، سیکھو کہ اسٹیٹ کو اس سے کیا سرد کار، ملا کر دی نہیں جلیگی ملا پنڈت مردہ باد! سداور مادہ پرستانہ طرز فکر کے پنڈتوں پر ایسا جھیا تک تہقہہ طلوع ہوگا جیسے آپ نے کوئی نہایت بیوقوفانہ بلکہ پاگلانہ مشورہ دیا ہو۔ دراصل اس گروہ کے دل و دماغ پر مادی ترقی اور سیاسی عروج کا ایسا بجا و طاری ہے کہ اس کے سچان میں وہ غیر شعوری یا نیم شعوری طور پر اخلاق کی رہی سہی قدروں کا بھی تیا پانچا کرنا چاہا

ہے۔ حکومت کی نگرانی اور پشت پناہی میں عروج پانے والی ثقافت، آرٹ اور کچول سرگرمیاں بقول شخصے ہماری ہیوٹیوں کو گذشتہ زمانے کی طوائفوں سے بھی بدتر بناتی جا رہی ہیں اور جب ہیوٹیوں کا یہ حال ہو تو عالی قدر سہنے جو کچھ بھی بن جائیں کم ہے۔ لطف یہ ہے کہ ناچ گانے پر کچھ ہی عسدرات کی بھی مہریں لگی ہوئی ہیں اور لطف کا بھی باپ یہ ہے کہ بازاروں میں خاص طور سے تیوہاروں کے موقع پر جو مذہبی نوعیت کی تصویریں نشر و رخت ہوتی ہیں وہ بھی عوام کو زبان حال سے ہی بتاتی ہیں کہ صنعتی آنکھ چوٹی سڈول بدن حسین خد وخال، زہد شکن، اعضا عسدریاتی اور زہد پروردی وغیرہ نہایت پسندیدہ دھار ملک چیزیں ہیں جن سے قوم کے ذہن حال عطر روحانیت کشید کر سکتے ہیں۔ دوسرا

طرف ہمارے سب سے بڑے اور ثقہ سیاسی رہنما پنڈت نہرو ڈنکے کی چوٹ عورتوں کے پردے پر خٹکی کا اظہار نشر مانتے ہیں جس کا مطلب اس کے سوا کیا ہے کہ ہماری کشتی کے ملاح مادی ترقی کے نامعلوم ساحلوں تک پہنچنے کے لئے جذبے اور جس کی ابتدائی فلاسفی تک کے جھٹلانے پر تکی گئے ہیں اور باطل سامنے کی حقیقتیں ان کی نظر میں امتلاوں سے زیادہ حقیقت نہیں دکھ رہی ہیں۔ یہ کوئی عجیب بات نہیں جس مغرب سے سیم زر، گیہوں فار موسٹے طرز فکر اور ساند رسانان بھی کچھ لیا جا رہا ہے اس کے تاج زریں میں دہی تو کوہ نور پیرے ہیں، عورت اور دولت دنیا ہی کو سب کچھ سمجھنے والوں کی آنکھیں ان سے چکا چوندہ کیسے نہ ہوسیں۔ ویسے اس تاج میں اور بھی لگیے تھے۔ علم رسانس کار وباری دیانت و اخلاق، نظم و ضبط عزم و عمل وغیرہ کے ٹکینے۔ افسوس انہوں نے ان کو کوئی اہمیت نہیں دی یا دی تو محض برائے نام، اور بے دل سے۔ ان حالات میں جنسی فلتوں کے سدباب کا قانون بنا اتنا ہی نامکن ہے جتنا گاندھی جی کے نام کی مالا جینے والوں کے لئے ان کی علمی پیردی۔ ہاں ایک دن آئے گا جب ارنٹ سوئی کے ناکے سے نکلے گا تب ضرور جنسی نازکی

دراصل اسمیں ان سادہ ول تجربوں کا کوئی تصور نہیں ہے بلکہ قبوری مشرعویت کا خاصہ ہی یہ ہے کہ اپنے پیروں کے بھیے کو گدی کے پیچھے لگا دیتی ہے اور سوچنے سمجھنے کی خدمت سوجے کے سپرد ہو جاتی ہے۔ معدے کی اجتہاد ہی سوجھ بوجھ کو کھینچنا نکتہ نامہ ہے اور اسٹائن کا قول تو یہ ہے کہ میں نے کبھی کوئی اجتہاد کر ہی نہیں سکتا۔

آپ ان صدیقی مجرموں کو کسند ذہن نہ سمجھیں۔ میں امیر شہرین کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اچھے اچھے عقلمندوں کو قبروں کے فیض نے دنیا کا آٹھواں عجوبہ بنا دیا ہے۔ اپنے دیوبند ہی میں ایک عالم فاضل بزرگ ہیں سسر دار جن کستانبی علم کے بلا تگ میرے موم و صلوات کے پابند عربی رو مال تک نہ جتو ہیں۔ ہر وقت کئی گفتگو میں عین اور سے وغیرہ کو صحیح ترین خارج سے نکالنا ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ ایک مرتبہ کسی شاگرد نے کہا تھا.....

”حضرت بچھے آپ سے قلبی تعلق ہے...“ حضرت بھوک گئے تھے۔

”کیا خاک تعلق ہوگا۔ چھوٹی ہ سے حضرت بولتے ہو۔ تعلق کی عین کو ہمزہ بنا دیا۔“ یہ کہہ کر انہوں نے زبان باہر نکال دی تھی اور اٹھی سے خلق کے کتے کی طرف اشارہ کر کے غرغرائے تھے۔ ”یہاں سے نکال کر دیو جو لوگ حروف حلقی ادا نہیں کر سکتے وہ حزن و ریم اور معزہ عظیم جیسے اسماء حسنی سے ہزاروں بھی فیض نہیں اٹھا سکتے۔“

تو ان بزرگ کو شاہ ولایت صاحب کے مزار سے بچپن ہی سے تعلق ہے جب عنقریب مشایب تھا۔ داڑھی موچھ نہیں نکلی تھی تو خواجہ منیر الحسن انھیں نذر عشاء مزار شریف پر لے جاتے تھے جب داڑھی نکل آئی تو خواجہ نے ایک اور لڑکے کو زور تریبیت لے لیا لیکن بزرگ موضوع بدل نہیں ہوئے بلکہ مرشد ہی کی سنت کا اتباع کرتے ہوئے خود بھی ایک لڑکا ڈھونڈ نکالا اور مزار سے جو فیض کشید کرتے اسے بھی اس کا واخر حصہ عطا فرماتے۔ دراصل جہتہ قسم کے صدیقیوں کا خیال یہ ہے کہ سن ازل کی جمالی

پر اخلاقی قانونوں کا پیرا بیٹھے گا اور گاندھی جھگت گاندھی کی روح سے فزادہ کرنا چھوڑ دیں گے۔

یہ بات ملامت سیدتان کے کہہ سکتا ہے کہ مذکورہ بالا مطالبے کے مطابق کوئی قانون بھی بن جائے تب بھی جیسی بے راہ ردی کی دھند بھگت نہیں سیکھی جب تک کاغذی تصویب پر احتجاج کرنے والی عمر میں اپنے متعلق وجود کو بھی مردوں کی نگاہ ہوس سے بچانے کا اہتمام نہ نہر مائیں۔ بن ٹھن کر ٹھنوں پر نکلنا، سورہ بلکہ سوسا سورہ سنگھار کر کے سوسا ٹی میں مردوں کے دوش بدوش چلنا، بدن کے گداز اور جناح کو اچھانے والے اشتعال انگیز لباس پہننا، لٹچا گانا اور پھر یہ امید رکھنا کہ مردوں کا بھیجا برف کی طرح جھا رہے ایسی احتقا خوش فہمی ہے کہ پراچین بھارت کے ایک عورت شناس شاعر کو اب سے بہت پہلے اس کے متعلق کہنا پڑ گیا تھا۔

تعلق بھی کرے ٹھنوں در کہتے ہیں فریاد نہ کر

اور حکیم جالینوس نے بھی کہا تھا

پنچل ناری دیکھ کے دیا کیرا دئے

جون بان کی مار سے سالم چا نا کوسے

۱۹ دسمبر ۱۹۷۷ء: لائل پور کے ایک خوش پوش چور نے پولیس کے روبرو اقبالیہ جرم کرتے ہوئے یہ اگھٹانی کیا ہے کہ اسے چوری میں جو بھی رقم ہاتھ آتی ہے اس کا کچھ حصہ وہ حضرت داتا گنج بخش کے مزار پر سلام و فاتحہ کے بعد نذر گزارتا تھا۔ اس سے قبل بعض اور چوروں اور سنگروں نے یہ اعتراف کیا ہے کہ وہ ہر چوری یا ہر ریسے عمل کے ارتکاب کے بعد داتا صاحب کے دربار میں سلامی دیتے تھے۔ اس سے پہلے بھی آٹھ نو سال ہوئے پیر سعید نامی ایک شخص اور اس کے ساتھی برقتل کے الزام میں مقدمہ چلا تھا تو دونوں مجرموں نے یہ بیان دیا تھا کہ وہ قتل کی ہر واردات کے کامیاب ارتکاب کے بعد حضرت داتا گنج بخش کے مزار پر چھو لوں کی چسا در چڑھانے اور سلامی دیتے تھے۔ (الجمیۃ ۳۲ نومبر ۱۹۷۷ء بحوالہ ازلہ ج ۱)

جیو پیارے!

نصیحت سے رابطہ جس قدر حسین و جمیل لڑکوں کے ذریعہ مضبوط ہوتا ہے اتنا لڑکیوں تک کے ذریعہ نہیں ہوتا۔ بنیادی دلیل یہ دیتے ہیں کہ اللہ جل جلالہ ہر آئینہ مذکور میں تائید کا نفاذ لے لیا ہوتی میں گذر ہی نہیں تب اللہ صبیحین تحت الجھانکی کے تقاضے جس قدر حسین مردانہ پورے کر سکتا ہے حسن زنا نہ کو اس کی تاب کہاں۔ وہ سراسر ایک حلقہ ہے جو اپنے مزاج و مذاق کے تحت حسن زنا نہ ہی پر مائل ہے۔ وہ برہان پیش کرتا ہے کہ عورت "جنس لطیف" ہے۔ لطیف ہی شے حسن ازل کی لطائف سے زیادہ جوڑ کھاتی ہے۔ ویسے جنس لطیف مسیر نہ ہو تو جنس کثیف سے بھی کام چلایا جا سکتا ہے۔ بشرطیکہ واڑھی موچکھی بلا کو آلودگی نہ ہو۔

یہ تو خیر تصوف کے گہرے مسائل ہیں۔ ذکر حضرت سید العین کا کر رہا تھا۔ وہ مدتوں ادل الذکر دلیل سے مستانہ رہے ان دنوں جب بھی ان کو نفس نعین کسی اضطرابی معصیت میں مبتلا کر دیتا فوراً مزار شریف پر بیٹھے اور نفس کو ایک درجن صلوا میں سنا کر فاتحہ اور نہ جانے کیا کیا پڑھتے۔ لڑکا بھی تقلید کرتا۔

"اب دل ہلکا ہوا" وہ واپسی پر لڑکے سے کہتے "بیٹے! اس دربار سے کافروں تک کو سب کچھ ملتا ہے۔ ہم تو مومن ہیں"

"کیا گناہ معاف ہو جاتے ہیں؟" لڑکے نے پوچھا "کیسے نہ چوں گے۔ اس وقت ہم اور تم اتنے ہی معصوم ہیں جتنے ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے تھے"

پھر چار سال بعد یہ لڑکا چوروں کا سردار بنا تو ہمیشہ اس مزار پر چادر میں چڑھا ہوا ہاتھوں کی پاداش میں لڑکا پھانسی ہوئی تو اس کی آخری خواہش کے طور پر مزار پر حاضری کا مرقعہ دیا گیا۔ اس نے وہ سجدے کیے، دیا، فاتحہ وغیرہ پڑھی اور سب پائیوں سے یوں۔

"اب چلیو میں جنت کی سڑکیوں کو اپنا مستقر پاتا ہوں" اور واقعی اس کے چہرے پر طماننت اور یقین کی گہری

چھاپ تھی۔

پھر حضرت کو مؤثر الذکر برہان زیادہ قوی محسوس ہونے لگا تو جنس لطیف کے متلاشی ہوئے۔ ویسے تو گھر میں پلید موجود تھیں لیکن اہل دل خوب جانتے ہیں کہ جمالی لفظ نظر سے اہلیہ جنس لطیف ہرگز نہیں ہوتی۔ اسے تو مؤثر جنس کثیف بھی بشکل ہی مان سکتا ہے۔ تاہم دشواری یہ تھی کہ دیوبند جیسی خشک جگہ میں مشق تصوف کے لئے جنس لطیف کا مہیا ہونا از بسکہ کار سے وارد سے کم نہیں پھر بھی اولوا العزم تو پہاڑ کاٹ کر راستہ بناتے ہیں تو یہی اس خدا کی جیسے یومی والوں کو سالیباں عطا کیں۔ سالی بہر کا جنس لطیف ہوتی ہے اور مرقعہ مرقعہ لمانی بھی جا سکتی ہے۔ کبھی کبھی ایسا بھی ہو کر جمالی نسبت کے طبقے میں حضرت نے میز پر استولی رکھ کے روشن دان میں جھانک لیا۔ اس طرف کئی خواتین نظر پڑتی تھیں۔ المختصر یہ کہ گناہ و ثواب کے باب میں حضرت کا بھی نقطہ نظر مذکورہ مجرمین ہی کی طرح نہایت ساشفک ہے۔ وہ خود تو خیر گناہ کا تصور بھی نہیں کر سکتے لیکن کبھی کبھار نفس لعین در بر ہوتی ہی ڈنگا دیتا ہے تو یا تو شاہ۔ لایت کے مزار پر غسل مغفرت کر آتے ہیں یا دو چار نفلین پڑھ ڈالتے ہیں کہ ثواب میں سے گناہ گیا صفر بجا۔ فالوہ لٹہ علی ذالک حمد اکثر کثیر۔

۱۹ دسمبر ۱۹۵۸ء: شیشینی اڑان کی بلندیاں تو آپ

روس اور امریکی قریبوس مزارکوں اور اسپتالوں کے خبر ناموں میں روز دیکھتے ہیں۔ ذرا ذہنی اڑان کا بھی ایک مشائی نمونہ دیکھئے۔

بھارت کی نمائش ۱۹۵۸ء کے یو پی یونین میں ہمارے پینڈت نہرو کو کسی قفل ساز نے ایک قفل بطور تحفہ پیش کیا۔ اس پر موصوف نے قبول کرنے سے انکار کرنے ہوئے بڑے شاندار انداز میں فرمایا۔

"میں تالوں کو ایک بیکاری چیز سمجھتا ہوں۔ میں تو اس زمانے کا منتظر ہوں جب ہندوستان

کے لوگ تانوں کی ضرورت سے بے نیماں  
ہو جائیں۔“

ایمان سے کہئے۔ اس بھارت میں جہاں رشوت بتانی  
چوری ہو سکتی، خود غرضی، بے ایمانی، جلسہ سازی، نیلے کر داری  
آگ اور پانی کی طرح عام ہوا اور جس کے سماج کی زندگی  
کھائی ہوئی دیو مالائی روحانیت نئے مادی رجحانات  
سے آنکھ تک نہ ملا سکتی ہوا اور جس کے سربراہوں کے  
دلوں میں اخلاقی زردال پراضسوس تک کا جذبہ موجود نہ ہو۔  
کسی شخص کا ایسے زمانے کی راہ تکنا جس میں حیرتناک یا نت  
وامانت کی افراط لوگوں کو تالے کی ضرورت سے بے  
نیاز کر دے کہتے بڑے دل گر دے کی بات ہے۔ دل  
گردہ ہی نہیں ایسے شخص کا دماغ اور قوت مخیلہ بھی غیر  
معمولی ہی ہوگی۔ واقعی یقین کی دولت اسی کو کہتے ہیں  
اور لاہوتی شاعری اسی کا نام ہے۔ پرانے شاعر تو  
محبوب کی کمر اور دالے تک کا پتہ نہ چلا سکے لیکن نئے  
منفکر اپنی خیالی بصیرت سے مستقبل کے ایک پورے  
دور کی ولادت کو اتنے پہلے سے دیکھ رہے ہیں کہ ابھی  
بطن گیتی میں اسکا حمل بھی قرار نہیں پایا ہے۔ غالباً یہ ایمان  
و دیانت کا دوران مشینوں میں چھل کر تیار ہو گا  
جو غیر ملکوں سے درآمد کی گئی ہیں اور جن کی ٹخن گرج  
میں نیکی، دیانت اور خوش کرداری کوٹ کوٹ کر بھری  
ہوئی ہے۔ پھر حال عوام کو اپنے محبوب وزیر اعظم کی  
انتیازی صفات میں اس صفت کا بھی اضافہ کر لینا چاہئے  
کہ وہ چشم زدن میں بہت دور کی سوچ سکتے ہیں۔ اتنی  
دور کی کہ اس کے تصویری سے کمزور عقل والوں کا تو  
کلیہ پھٹ جائے گا۔ اَلْفَصْحَمٰنِ ذُو الْقُوٰدِ (ملا زندہ محبت بانی)

محمد شفیع ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف

**لطائف علیہ**

غریب کتاب الاذکیا کا اردو ترجمہ۔  
حاضر جہاں، فراست، مزاج، جوہر طبع اور دیانت و کدات  
پر مشتمل واقعات و حکایات کا دلچسپ مجموعہ قیمت مجلد پانچ روپے

مکتبہ تختی دیوبند۔ یو۔ پی۔

**شاہنامہ اسلام** (چار جلدیں)

حفیظ جان ندرہری کا مشہور

کتابت و طباعت والاچار حصوں کی قیمت دس روپے۔ جلد پندرہ

**قربانی کی حقیقت اور اسکی تاریخ**

مولانا فریادی کی بہترین  
علمی تحقیقی کتاب۔

آرڈر و سب اس میں۔ قیمت مجلہ سو اور دو روپے۔

**تفسیر فیض الرحمن**

بسم اللہ الحمد اور صوفیوں کی تفسیر  
شاہ ولی اللہ اور دیگر کابرین کی آراء کا

خلاصہ بھی دیا گیا ہے۔ ہدیہ دو روپے۔

**فتنہ انکار حدیث کا منظر و پس منظر**

اہمیت مفصل پڑھی  
جامع اور روپے پانچ

افروز کتاب۔ دو حصوں میں مکمل۔ قیمت چھ روپے آٹھ آنے۔

**سیرۃ حضرت عمر فاروق**

معمولی پڑھے لکھوں کیلئے  
زبان میں جملہ آلاء و تحفہ روپے

بڑے بڑے شاعروں کا منتخب نقیہ  
کلام چند مقالات بھی بطور تیسرے شامل ہیں۔

**گلدستہ نعت**

عصاف و دعائی سو سے زیادہ۔ قیمت صرف ڈیڑھ روپے۔

**نومفید ایمان افروز کتابیں**

نماز کے فضائل ۵ روپے رسول کی سچی تعلیم ڈیڑھ روپے

خاصان خدا کی نمازیں۔ ۱۲

حضرت بلال رضی اللہ عنہ۔ ۸ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا۔ ۱۰

معلم نماز۔ ۸ رسول مقبول کی دعائیں ۱۴

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ۔ ۱۲

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا۔ سو روپے

ان کتابوں کی مجموعی قیمت سات روپے ایک آنہ ہوتی

ہے لیکن ایک ساتھ منگوانے والوں سے سو اچھے روپے

مکتبہ تختی دیوبند۔ یو۔ پی۔

# مولانا سید ابوالاعلیٰ نوری کی چند تصانیف

تقریبات مجلد	چار روپے
تجدید و احیائے دین	ڈیڑھ روپیہ
نشان راہ	چھ آنے
ستر آن اور پنچیر	پانچ آنے
جبر و قدر	دو آنے
معراج کی رات	ایک آنے
اسلامی تہذیب کے اصول و مبادی	ساتھ تین آنے
اسلامی حکومت کی سطح قائم ہوتی ہے چھ آنے	
مسئلہ قومیت	ڈیڑھ روپیہ
مرتد کی سزا اسلامی قانون میں	بارہ آنے
حقیقت ایمان	چھ آنے
حقیقت صوم و صلوات	آٹھ آنے
حقیقت زکوٰۃ	سات آنے
حقیقت حج	چھ آنے
اسلام کا نظام حیات	آٹھ آنے
حقیقت نفاق	ڈیڑھ روپیہ
اسلامی عبادات پر ایک تحقیقی نظر	چودہ آنے
دین حق	چھ آنے
اسلام اور جاہلیت	چھ آنے
اسلام کا اخلاقی نقطہ نظر	پانچ آنے
قرآن مجہی کے بنیادی اصول	تین آنے
حقوق الزکوٰۃ میں	ڈیڑھ روپیہ
میلاد النبی	دو آنے
زندگی بعد موت	دو آنے
اسلام اور ضبطِ ولادت	بارہ آنے
لباس کا مسئلہ	تین آنے
افسانہ کا معنی مسئلہ اور اسکا اسلامی حل	چھ آنے

دعوتِ اسلامی	چودہ آنے
جماعتِ اسلامی کی دعوت	چار آنے
ذنیات	سواروپہ
تقیحات	طرحائی روپے
پردہ	مجلد مع ڈشگور
سود	ساتھ تین روپے
حقدوم	تین روپے
قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں	پوستے تین روپے
جماعت کا مقصد اور طریق کار	آٹھ آنے

## کتابت مولانا امین احسنی

تقیحات	ساتھ تین روپے
توضیحات	ساتھ تین روپے
حقیقت شرک	دو روپے
حقیقت توحید	ایک روپیہ
حقیقت تقویٰ	گیارہ آنے

## مولانا ابوالکلام آزاد کی چھ کتابیں

آزاد کی کہانی خود آزاد کی زبان سے	چھ روپے
شہیدِ اعظم و واقعات گزرا	مجلد ڈیڑھ روپیہ
مقالات آزاد	مجلد دو روپے
مضمنا میں آزاد	دو روپے
مسلمانوں کا راستہ	چار آنے
ولادتِ نبوی	چار آنے
(نوٹ) چھ کتابوں کا یہ سیٹ ایک ساتھ	
طلب کرنے پر گیارہ روپے میں یا جائے گا۔	

## مولانا محمد طیب رحمہ اللہ کی تصانیف

کلک طیبہ کی تحقیق	سواروپہ
فطری حکومت	چار روپے
التشبیہ الاسنم حصہ اول	سواروپہ

التشبیہ فی الاسلام حصہ دوم	سواروپہ
اصول دعوتِ اسلام اور (اسلام میں دعا کی اہمیت)	دھائی روپے
اسلام میں شوریہ کی اہمیت	دو روپے
مقالات اکابر دارالعلوم	دو روپے
عالمی مذہب و مقالات طیباً	دو روپے
فلسفہ نماز	ڈیڑھ روپیہ
سائنس اور اسلام	سواروپہ
شرعی پردہ	ایک روپیہ پانچ آنے
دارحی کی شرعی حیثیت	سواروپہ
اسلام اور فرقہ واریت	ایک روپیہ
مشاہیر امت	سواروپہ
نشان رسالت	سواروپہ

## تصانیف مولانا احمد سعید

خدا کی باتیں	طرحائی روپے
رسول کی باتیں	پونے دو روپے
ماہ رمضان	پونے دو روپے
مضامین مولانا احمد سعید	دو روپے
پہلی تقریر سیرت	پونے دو روپے
دومری تقریر سیرت	طرحائی روپے
جنت کی کجی	سوا تین روپے
دوزخ کا کھٹکا	سواروپہ

## بیت نبوی صلا کے چند خاص نمبر

مولانا آزاد علامہ رشید رضا	
قرآن نمبر	علامہ توبہ ہری مظاہر
موسیٰ جہازانہ بیسے	شہزاد آفاق حضرت کے مضمون
پرستش ۱۹	سیرتوں کا منظم ترجمہ بھی سیاب اکبر
آبادی کے قلم سے شامل	اشاعت سے رعایتی
قیمت ڈیڑھ روپیہ	(باقی اگلے صفحے پر)

تجلیات کعبہ - کہے اور کئے اور حج و زیارت کے فضائل و برکات - مجلد کی قیمت تین روپے -

ماہنامہ نئی راہ کے چند خاص نمبر  
**سیرت الاول نمبر**  
 رسول اللہ کی ولادت  
 مبارکہ پر علامہ شبلی  
 مولانا آزاد، علامہ موسیٰ جاوید، مولانا ابوالخلیفہ  
 سوادری جیسے فاضلین کے مقالات جامعہ  
 سوادری روپے (مجمد تین روپے)

**اولیا اللہ نمبر**  
 خواجہ معین الدین چشتی  
 کے حالات و اقوال  
 کے علاوہ تصوف اور مشائخ چشت کے طریقوں  
 پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ رعایتی قیمت بارہ آنی  
**حکمت نمبر**  
 قرآن اور گویا قرآن  
 اور سائنس، قرآن اور جہاں

قرآن میں جماعت کی اہمیت، قرآن میں خودی  
 العباد اور قرآن میں آداب مجلسی جیسے اہم  
 مضامین۔ ایک روپیہ۔

**سیرت اسلام**  
 رسول اللہ کے بارے میں  
 ۹۹ غیر مسلم شاہیر و فاضلین  
 کا اظہار عقیدت۔ ایک روپیہ۔

**بشریت کا مقام بلند**  
 محمد اجل جلال  
 اور مولانا ابوالوالی علی سوادری کے تین مضمون  
 مضامین۔ سواروپیہ

**ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک**  
 مولانا مسعود عالم ندوی کی نفیس تحقیقی کتاب  
 وہابیت کیا ہے اور وہابی کسے اور کیوں کہتے  
 ہیں ۱۹ سکا بھی جواب ملے گا۔ ڈھائی روپے  
**کرامات صحابہ**  
 روایات کے حوالوں  
 کے ساتھ صحابہ کی  
 کرامتوں کا بیان۔ ڈیڑھ روپیہ  
**ایمان کی باتیں**  
 چونسے دو روپے

**عربی آسان نصاب**

عربی سیکھنے کے لئے ایک عمدہ نصاب  
 عربی زبان کا قاعدہ چھ آنے  
 علم صرفیہ و لغت آخرین ایک روپیہ کے  
 علم النحو دس آنے  
 عوامل النحو چھ آنے  
 عربی لغت گو نامہ بارہ آنے  
 عربی صفوۃ المصادر بارہ آنے  
 روحیۃ الادب ایک روپیہ کے  
 اسائن عربی پانچ روپے  
 پوسٹ نصاب کی کتابی قیمت سوائے ٹرانسپورٹ

**تصانیف مختلف مروجہ تہذیب**

عمل المشکرات (مجلد) سواروپیہ  
 رسوال اللہ کی دعائیں = ایک روپیہ  
 برکات الصائمین = پوسٹ دو روپے  
 رسول اللہ کے مجوسے = ایک روپیہ  
 رسوال اللہ کی نعمیں اور سلام = بارہ آنے  
 اسلام آلو اسے نہیں پیلا = بارہ آنے  
 اسلام (مستقل تاریخ) مجلد سات روپے  
 مسلمان خاندن = سواروپیہ  
 مسلمان بچوں = ایک روپیہ  
 خدا کی جنت = بارہ آنے  
 مولانا محمد علی = چار آنے  
 نادر شاہ = چھ آنے  
 رستم = ایک روپیہ  
 خدا کا ذکر = بارہ آنے  
 رسوال اللہ کی مشین گوٹیاں = ایک روپیہ  
 صحابہ صنف = چھ آنے  
 حالات جہنم = چھ آنے  
 اکرام مسلمانین = آٹھ آنے

چھلہ باتیں  
 انصاف نبوی  
 اخلاص نیت  
 احوال برزخ  
 میدان حشر  
 عہد نبوی کے میدان جنگ مجلد دو روپے  
 مختلفہ مبلغین عمل = پوسٹ دو روپے  
 عربی جامعیں دربارہ ساتہیں = آٹھ آنے  
 میری نساہر مجلد ایک روپیہ

**فارسی نصاب**

فارسی سیکھنے کیلئے ایک عمدہ نصاب  
 معین فارسی سات آنے  
 دروس فارسی آٹھ آنے  
 اصول فارسی بارہ آنے

**جماعت اسلامی کے مخالفین کی  
 گئی بارگاہوں میں جوابات**

فتویٰ دیوبند کا جائزہ ایک روپیہ  
 رحمانی تبصرہ کا جائزہ پانچ آنے  
 نور توحید کا جائزہ پانچ آنے  
 شفق حقیقت کا جائزہ سواروپیہ  
 ان چاروں کی کجائی قیمت ڈھائی روپے

**تین تنقیدی کتابیں**

بھارت میں اسلامی نظام کی دعوت ۸  
 کیا ہندوستان ترقی کر رہا ہے؟ ۸  
 معاش کا مسئلہ اہم کیوں ہوا؟ ۸  
 ان تینوں کی کجائی قیمت سواروپیہ

نہ اس نصاب کی کتابیں جن میں کوئی بھی کتاب کا نام ہے اس کا نام سب کتابیں اور جو کسی قیمت سے حاصل کرنا چاہیں وہ بھی

مکتبہ تجلی دیوبند (پٹی) - دارالعلوم اشرف علیہ تجلیت مجلہ سواروپیہ

# کتاب کے کھولنے

تبصرہ کیلئے ہر کتاب کے دو نسخے آنے ضروری ہیں

نہیں ہے وہ خوب جانتے ہیں کہ روسی نظام حکومت — خصوصاً  
اشانن کا طویل دورہ جاکا ذہن و طبعیان اشقاوت و تشنگینی اور  
سیاہ کاری و جلا وطنی کے کن لڑہ خیز عناہر سے مرکب / ہے  
بلکہ سچ پوچھئے تو اشاننی لغت میرادہ الفاظ ہی نہیں ہیں جو روس میں  
برہا ہونے والے سلسلہ ہنگامہ دار، روگیر، حشریر، بریت اور قنہ جوڑ  
جنگالی تعبیر ترجمانی کر سکیں۔ مارکس نے شلو، چنگیز، ہلاکو، ابن حجاج اور  
فرعون ہیبت دیکھے ہیں لیکن ایسا ہلناک اور فرید و حمید جبار و ظالم کوئی  
نہیں دیکھا جس نے اسٹالن کی طرح ایک پوسے ملک کو خوار و اتار ڈالا  
میں گھرا ہوا پاڑا بنا چھوڑا ہوا۔ اور تاریخ ایسے ظاہر ان نظام کے کسی  
ابتدائی تصور تک سے آشنا نہیں جس میں دوستی، مرزوت اور  
انسانی اخلاق کی تمام ہی معرفت و قدروں کو اس بید روی سے بچ  
کیا گیا جو جس بید روی اور شقاوت کے ساتھ روس میں کیا گیا  
تاہم مصنف کے داخلی توازن اور نگری براداری کی داد دینی چاہئے  
کہ نام نیا و نظام کے بعض پہلوؤں سے پرورے اٹھانے و منت  
وہ علم و عقلیہ اشتعال اور جذبہ باہمت کا شکار باہل نہیں ہونے  
بلکہ نہایت عقلی اور منطقی علم و تمکین کے ساتھ آگے ہی آگے بڑھتے  
چلے گئے۔ جی چاہتا تھا کہ اسٹالنی افکار و اعمال کی جھلک کھلانے  
و اے چند نمونے کتاب سے نقل کئے جائیں جن سے قارئین کو  
کم سے کم اتنا تو معلوم ہو ہی جائے کہ روسی اشتراکیت محض کا نام گم  
کے تنگ دائرے تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ یہ انسان کے تمام  
دھانات، خیالات، عزائم حتیٰ کہ ضمیر اور قوت حاسہ تک پر ایسے  
گڑے پیرے بٹھاتی ہے کہ در کے و حوں کو سہانا محسوس  
کرنے والے اسکا تصور تک نہیں کر سکتے اور اس کے بلن سے

سوئٹ نظام کی چھ کتبیاں

• تصنیف: ایبرٹ ٹی ڈی ایف  
• ترجمہ: ارگو پال سن  
• ناشر: میتھل اکا ڈی بی۔ ۹۔ انھاری مارکیٹ۔ دوریا گنج دہلی۔  
• صفحات: ۳۲۲ قیمت ایک روپیہ۔

یہ کتاب مصنف کے ان مختلف مضامین کا مجموعہ ہے جو  
تقریباً پندرہ سال کے دوران میں تالیف ہوئے۔ ویسے تو روسی  
اور امریکن کمیونٹی سے ایک دوسرے کی تغلیل، تردید اور مخالفت  
میں جو مضامین یا کتابیں شائع ہوتی ہیں انھیں کوئی ثمری اور  
بنیادی اہمیت دینا اہل نظر کا مشیوہ نہیں ہے چنانچہ اس طرح  
کی چیزوں کو موٹا تخفیر کے ساتھ ”پر دیگنڈے“ کی چھٹی کس کے  
لظرا انداز کیا جاتا رہتا ہے لیکن اس کتاب کو ہم نے شروع سے  
آخر تک بہت غور کے ساتھ پڑھا اور اپنے اس تاثر کے اظہار  
میں ہمیں کوئی باک نہیں کہ یہ صعب اول کی مجیدہ اور ٹھوس کتاب  
نام نہاد ”پر دیگنڈے“ کے دائرے میں نہیں آتی بلکہ اس میں ایسے  
دستاویزی حقائق ہیں جن کی تردید ممکن نہیں ایسے عقلی و نفسی دلائل  
میں جنھیں قبول کئے بغیر جارہ نہیں ایسے جیسے نئے انداز سے اور دیکھنے  
ہیں جو محض بدگمانی اور لغت پرستی نہیں بلکہ دیانت دارانہ تفکر  
اور بصیرت و فراست کی محنت مندی بردال ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ  
مصنف نے روس کے بارے میں جو متعدد پیش گوئیاں کی تھیں  
وہ آخر کار پوری ہو کر ہیں اور ثابت ہو گیا کہ ان کی نگاہ تدبر نے  
روسی نظام کی جوہری حقیقت، ماہیت، اصولی حرکت اور تہر بر تہر  
احیلت کو برکھنے میں غلطی نہیں کی۔ جو لوگ سستے لغویں اظاہر  
فریب فقرہ بازیوں اور پیش پانٹا وہ جذبات آرائیوں کا شکار

ہوتی ہے۔

فطری اور لازمی طور پر وہ مصنوعی خدا۔۔۔ یا خداؤں کی ایک ٹولی جنم لیتی ہے جن کے تہرہ ستم اور جبر و تلون سے بے داغ و سنج نکلتا عدنانا ممکن ہے۔ لیکن محدود صفحات میں اس کی گنجائش نہیں ہو اس لئے ہم سفارش کریں گے کہ براہ راست کتاب ہی کو پڑھ کر عبرت حاصل کیجائے۔

ترجمہ نہایت بلیغ اور ماہرانہ ہے۔ حیرت ہوتی ہے کہ وہاں مثل صاحب کس برجستگی روانی اور سلیقہ مندی کے ساتھ ان بھاری بھر کم الفاظ کو استعمال کئے چلے جاتے ہیں جو اصل متن کے اونچے معیار کا صحیح اور اک دیتے ہیں اور جن کی توفیح ایک متوسط درجے کے مسلمان ادیب سے بھی کم ہی ہو سکتی ہے۔ ہمارا خیال تھا کہ عربی و فارسی کے ذہنی الفاظ کو صحت اور ہنر مندی کے ساتھ استعمال کرنے میں حیرتھ رام فیروز پوری سے زیادہ مشاہدہ ہی کسی ہندو ادیب کو قدرت نہی ہو لیکن اب ہمارا خیال ہے کہ گوپال سنگھ ان سے باڈی لے گئے ہیں اور یہ تقابل صرف زبان کی حد تک سمجھنے ورنہ نفس مطمئن اور معافی کے اعتبار سے گوپال سنگھ بڑا تہ آگے ہیں کیونکہ اوہ کچھ درجے کی لٹریچر میں چیزوں کے آگے "ناول" کی کوئی حیثیت نہیں۔ مترجم کتابوں کے حسن و قبح کی اصل ذمہ داری تو مصنف ہی کے سر پر ہوتی ہے لیکن مترجم کی ذہانت اور قوت فہم کا اندازہ بہر حال ترجمے کے مین السطور سے ہو جایا کرتا ہے۔ ہمیں خوشی ہے کہ فاضل مترجم نے اچھی سمجھ بوجھ فراست اور قدرت تحریر کا ثبوت دیا ہے۔ ویسے اچھی دیکھنے کی گنجائش انسان کے کس کارنامے میں نہیں ہوتی۔ ایک دو باتیں اس پہلو سے بھی عرض کر دیں۔ صفحہ ۳۲ پر ہے۔

"اگر جنگ اٹتاں اور طول اور توسیع پکڑ جائے"

"توسیع" کی جگہ "وسعت" ہونا چاہئے تھا۔ "توسیع" متعری ہے جبکہ "جہل" "وسعت" جیسے فعلی لازم کا متقاضی ہے۔

صفحہ ۱۹ پر ایک ذیلی عنوان ہے

"یورپ کا علمی قلب"

اس میں کوئی غلطی تو نہیں ہے لیکن صورتی حسن شاید "قلب علم" میں زیادہ ہوتا۔ ویسے بھی یورپی کتاب کا جو ادبی علمی و ادبی سیار ہے اس سے یہ ترکیب "دالی ہیئت زیادہ ہم آہنگ محسوس

عام قارئین کو حیرت ہو گی کہ اس پائے کی ۳۲۳ صفحات کی کتاب ایک روپے میں کیونکر بیک رہی ہے جبکہ اسی ضخامت کی کوئی بھی کتاب آج مارکیٹ میں تین سے کم کی نہیں ملتی۔ واقعہ یہی ہے کہ "سچی ترجمہ گو نظر انداز کر دیا جائے تب بھی محض طباعت کی لاگت ایک روپے سے زیادہ رہے گی لیکن اس صورت حال کی دلیل سے نہ تو کتاب کی افادیت بھروسہ کی جاسکتی ہے نہ پریسیڈنٹس کی بھینٹ کسی جاسکتی ہے۔ اعتبار اور دیانتداری کے ساتھ سوچئے تو یہ کوئی عیب کی بات نہیں کہ کوئی شخص یا گروہ یا ملک اپنے بدترین دشمن کے قرار و انتہی عیوب کی تشہیر میں دولت صرف کرے۔ روسی اشتراکیت کی بھیانگ سیاحیوں سے دنیا کو روشتنا س کرانے کی خاطر چاہے خود مترجم چاہے نیشنل اکاڈمی چاہے کچھ اور افراد وقت اور محنت کے علاوہ پیسہ بھی اپنی گروہ سے خرچ کرنے لگیں تو آخر اس میں طنز و طعن کی کیا بات ہے؟ یہ میں اس لئے عرض کر رہا ہوں کہ لوگ جب یہ محسوس کر لیتے ہیں کہ فلاں کتاب معنی یا بہت کم قیمت میں فروخت کی جا رہی ہے تو ان کی نظر میں اس کی وقعت کم ہو جاتی ہے اور وہ بلا کلف اسے "پریسیڈنٹس" کا نام دیکر خندہ استہزا سہراتے ہیں۔ گو کہ یہ طریقہ غیر منطقی تو نہیں ہے کیونکہ فی زمانہ "جھوٹ" اور "پریسیڈنٹس" کو مراد بنا دیا گیا ہے۔ یا کم سے کم تلبیس باز مجری اور مخالطہ ہی تو ضروری "پریسیڈنٹس" کا جزو لازم ہو کر رہ گئی ہے لیکن اس مکرر صورت حال کے باوجود بے تکبر مرحمت اور یقیناً غلط ہے کہ ہر "پریسیڈنٹ" بجائے خود جس اور مرود ہوتا ہے۔ چاہے وہ کتنا ہی مہنی برعینت ہو۔ میں سمجھتا ہوں کہ جس جدوجہد کا ہدف ظلم و گستاہ اور جبر و بربریت ہوں وہ چاہے کسی بھی نام سے موسوم کی جائے بہر حال محمودار لائق تعریف ہے۔ "روس شکن" لٹریچر کی جڑیں

چاہے کہیں بھی ہوں اور اسکو پھیلانے والوں کے مفاصد چاہے کتنے ہی تہہ بر تہہ ہوں تاہم براہ راست اور تہہ بہہ نتائج و فوائد کے اعتبار سے اسے مفید و توجیح ہی کہنا چاہئے۔ ہم اس کتاب کے مطالعہ کی پرزور سفارش کرتے ہیں۔

تضعیف :- ڈیوڈ شوہب • ترجمہ :- گوپال سنگھ  
ناشر :- نیشنل اکادمی • انصاری مارکیٹ

لینن

دریا گنج دہلی • صفحہ ۲۶۲ قیمت ایک روپیہ

یوں تو "لینن" پر بہت کتابیں لکھی گئیں لیکن ایسی بے لاگ اور پروپیگنڈے سے خالی کتاب ہماری نظر سے نہیں گذری جیسی کہ پیش نظر کتاب ہے۔ اس کے مصنف روسی نژاد ہیں۔ وہیں پہلے بڑھے تعلیم پائی۔ چالیس سال تک روس کی انقلابی تحریک کے تمام دھڑوں کے لیڈروں کے ساتھ ان کے کمرے مراسم رہے۔ وہ روس کی انقلابی تحریک میں ایک انقلابی حیثیت سے بھی شامل رہے اور روسی امور کے بھر کی حیثیت سے بھی اس تحریک کے ساتھ ان کا رابطہ رہا۔

لینن کی سوانح کے ساتھ بالشوززم کی پوری تاریخ بھی اس کتاب میں بیان کر دی گئی ہے جو مستند اور اہم مآخذ پر مبنی ہے۔ انداز بیان نہایت شگفتہ اور دلچسپ ہے۔ جی چاہتا تھا کہ اس کتاب پر طویل تبصرہ کریں اور بہت سے اقتباسات لیں کیونکہ مارکس اور اسٹالن جیسے قاتلوں اور بے مثال جباروں ہی کی صف کا یہ آدمی۔ لینن۔ اپنے ذاتی خواہش و صفات کے اعتبار سے یقیناً ایک ایسا شخص گذرا ہے جس کے غیر قائم جوش و عمل، ناقابل شکست قوت ارادی، فراوی عزیمت، اپنی جرات و ہمت غیر معمولی خود اعتمادی اور سراپا جہد و حرکت زندگی سے بہت کچھ سنبھت حاصل کیا جاسکتا ہے۔ ہمیں کوئی شک نہیں کہ عملی اور فکری اعتبار سے وہ بھی اپنے اسلاف و اعداؤں ہی جیسی گراڈ اور گراہمت انگیز گراہی کا شکار تھا لیکن بعض خوبیاں ہمیں ایسی بھی نظر آتی ہیں جو اسے تمام روسی فرعونوں اور محمدوں سے الگ کرنے والی ہیں اور یہی وہ خوبیاں ہیں جو کسی شخص کے تنہا باز و کوپوری قہم کی بساط الٹ دینے کی حیرت انگیز توانائی

عطا کرتی ہیں۔ روسی لیڈروں کا کبر و نخوت ایک مثالی چیز سمجھا گیا ہے لیکن لینن میں یہ چیز بہت کم تھی۔ وہ اپنی ذات کو "معمود مسجود" بنانے کی بجائے اپنے خیالات و نظریات کی پذیرائی اور بالادستی کو زیادہ اہمیت دیتا تھا اور جب کبھی اس نے اپنی ذات کو اچھا لسنے اور برتر بنانے کی نمایاں سعی کی ہے تو اس کے پیچھے صرف یہ احساس کام کرتا رہا ہے کہ عوامی جذبہ پرستش اور عقیدت کی سیاسی قدر و قیمت بہت زیادہ ہے۔ یعنی وہ اپنے حقوق و امتیاز کو نفسانی آزردگی کے لئے نہیں سیاسی و اجتماعی اعتراض کے لئے استعمال کرتا تھا۔ علاوہ ازیں اس کے کردار میں ہمیں نہ تو کام و دین کی عیاشانہ ترس و خواہش کا سراغ ملتا ہے نہ جنسی ہوس رانی کا۔ اس کی سنگین عقلیت اور فولادی صلاحیت کا انداز چند فقروں سے کیجئے۔

۱۹۱۷ء کے موسم گرما میں کاڈان کا ایک نوجوان بالشویک

لینن سے ہدایات طلب کرنے آیا۔ اس نے پوچھا

"روس کے کارکنوں کو کیا کرنا چاہئے؟"  
"کیا کرنا چاہئے؟ صرف ایک کام۔ مسلح بغاوت، فوری مسلح بغاوت"  
نوجوان کا سر پٹے اشارہ کیا کہ بالشویکوں کو شک ہے کہ اس وقت بغاوت کا میاب ہو سکتی ہے۔ لینن ایک لمحے کے لئے خاموش رہا پھر بولا۔ "کامیابی اور فتح؟ ہم فتح کی کیا پروا کرتے ہیں؟"

نوجوان کا حیرت کے مارے سانس ٹرک گیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ لینن ایک بڑے مجمع سے خطاب کر رہا ہے۔ ہم کبھی واپس میں ہٹلا نہیں۔ میری طرف سے کامریڈوں سے کہہ دو کہ ہم سنجیدہ قسم کے حقائق پسند ہیں۔ کسی بھی شخص کو یہ بار نہیں کرنا چاہئے کہ ہم ضرور جیت جائیں گے۔ (صفحہ ۹۵، ۹۶) اندازہ کیجئے لینن کے فقروں میں کیسی پتھر کی روح بول رہی ہے۔ ایک دن تھا جب لینن ہر قسم کی نفرت کا ہدف خصوصی تھا۔ اسی کی پارٹی والے کہتے تھے۔

یہ ایک شخص ساری پارٹی کے ظنان ہے۔ وہ پارٹی کو تباہ کر رہا ہے۔ اگر یہ شخص لا پتہ ہو جائے، معدوم ہو جائے، تو ہوا میں تحلیل ہو جائے، مرنے والے ہو جائے تو پارٹی کی کتنی خوش نصیبی ہوگی"

پوچھا گیا کہ محض ایک شخص پوری پارٹی کو کیسے تباہ کر سکتا ہے تو جواب ملا۔

”اسی لئے کہ اس کے سوا اور کوئی شخص نہیں جو دن رات کے ۲۴ گھنٹوں میں صرف انقلاب کے خواب دیکھے اور صرف انقلاب کے منصوبے سوچے“

صوفی عسکری پر مصنف نے بڑی بے لاگ بات کہی ہے

”لینن بجا طور پر کہہ سکتا تھا“ میں نے بالمشو ایک

پارٹی کو جنم دیا میں انقلاب نو میر کا دماغ تھا کئی

بار جب ہمارا اقتدار پاش پاش ہونے والا تھا میں نے

جرات مندا اند اور جرئت کا رروائی سے اسے پکایا

مشاورہ دیا میں نے یہ کام ایک نامقبول معاہدہ

دین پر دستخط کر کے انجام دیا اور ۱۹۲۱ء میں ایک

نئی اقتصادی پالیسی کے اجراء سے میں نے

کاڈشن کو جنم دیا اور اسے وہ انقلابی نظریہ اور

اصول جنگ دیئے جنہوں نے روسی بولشوزم کو

ایک عالمی قوت بنا دیا۔ لینن یہ کہہ سکتا تھا

تھا لیکن اُسے کہا کہ میں نے یہ نکتہ تاریخی ایسے کسی

ڈکٹیٹر سے آشنا نہیں جو لینن کی طرح خرد اور ہندار

سے بری ہو۔ واقعہ یہ ہے کہ وہ اپنے گرد پیش کے

لوگوں کی ان تمام کوششوں کو نفرت کی نگاہ سے

دیکھتا تھا جن کا مقصد اسے اوسپکے مستند پر ٹھکانا

تھا“

اس حقیقت کے شواہد لینن کی داستان حیات میں بکھرے پھئے

ہیں، وہ اپنی بات منوانے میں جس قدر سہرا کش اور عنادی

ہے اسی قدر بے تکلف اور بر ملا اعتراف سہو بھی کرتا ہو

بشرطیکہ اسے اپنی غلطی کا احساس ہو جائے۔ ڈکٹیٹر بننے کے

بعد ایک بار اُس نے اعلان کیا۔۔۔ ”ہم نے مشترکہ کھیتوں

کے سلسلہ میں کئی احقائد بائیں کی ہیں“

ایسا دلوگ اعتراف کسی ایسے شخص کے لئے ممکن نہیں جو ذاتی

پستدار کا شکار ہو۔

تو ہماری طبیعت تو طویل ہی تبصرے کی طرف مائل تھی

لیکن صفات کی تنگ دامانی قلم کھڑتی ہے لہذا بات کو اسے ہی

پر ختم کرنے میں کہ نام نہاد روسی جباریت جلاوی اور شیطنت

چاہے کتنی ہی نفرت کی سختی ہو مگر زمین کی زندگی بھی نگاہ عبرت

کے لئے منصفانہ اور بے لاگ توجہ کی سختی ہے۔ وہ حقیقت میں ایسی

ممتاز اور زیر معمولی صلاحیتوں کا مالک تھا کہ اگر ان صلاحیتوں کا

رخ انسانی فلاح کی صحیح سمت مڑ جاتا تو وہی روسی انقلاب جو

تاریخ میں بربریت و وحشت کا بے مثال نمونہ ہے ایک بااصل

ہی مختلف اور عجیب شے بن سکتا تھا۔ دوسرے لفظوں میں یہاں

کھینچے کہ زمین میں وہ تمام استناد اور مدد جو غیر معمولی فراوانی کے

ساتھ موجود تھیں جو آدمی کے خاکی وجود کو ایک عظیم قوت والا کوہ

پیکر ”انجن“ بنا دیتی ہیں۔ اب یہ الگ بات ہے کہ یہ انجن ٹوکیا

گاڑی کو اُس پٹری پر کھینچ لے جائے جس کا راستہ سب سے آشنا

بے اصولی ہے رنجی اشتادات، خدا بیزار ای اور طہری قسم کی

سنگار ماہہ پرستی سے ہو کر گزرتا ہے۔

گو پاں سٹل کی ترجمہ کرنے کی صلاحیت کے بارے میں

ہم ادیر کے تبصرے میں اظہار خیال کرتے ہیں۔ ان کی چابکدستی

اور انتخاب الفاظ کی صلاحیت رشک انگیز ہے۔ پھر بھی اگر وہ

ایک بار اور ”لینن“ کی لوگ پلک درست کر لیتے تو وہ جھول گل

جلستے جو کہیں کہیں بہت سختی اور نامحسوس طور پر کھینکتے ہیں۔ مثلاً

صفحہ ۵۵ پر

”ابتدائی اختلافوں نے ایک ایسی عمل اختیار کر لی تھی۔۔۔“

شروع سے جس معیار کی انشا رچل رہی ہے اس میں یہ ”اختلافوں“

کا لفظ غیر متوازن محسوس ہوتا ہے۔ ”اختلافات“ مناسب ہوتا۔

صوفی عسکری پر۔۔۔ ”ہم سکتا ہے کہ لینن کے دل میں کوئی ایسا

موجود ہوں۔۔۔۔۔“

”کوئی“ یہاں براہ راست غلط ہے۔ یہ ہمیشہ ”واحد“ کے لئے استعمال

ہوتا ہے۔ ”کچھ“ ہونا چاہئے تھا۔ اور بھی بعض عبارات نظر ثانی کے

لائق تھیں جنہیں خوب طوالت نقل نہیں کرتے۔ ہم نے بہر حال

اس ضخیم کتاب کو از اول تا آخر پڑھ کر مصنف مترجم اور ناشر

کا حق امانت ادا کرنے کی سعی کی ہے اور اس کتاب نے ہمارے

انداز میں لینن کو بڑی تقویت دی ہے کہ ایک اٹھک ذوق علی

مسلسل سرگرمی و جذبہ۔ چاہے اس میں فکر و نظر کی کچھ غلطیاں ہی کیوں نہ شامل ہوں۔ اس عالم نامہ مویشگافی اور اعظا نہ عتہ سخی تعطیل آفریں زہد و تقویٰ جاعد مذہبیت، واپمانہ نظریات اور برغانی روحانیت سے کہیں بہتر ہے جو عوام کو خواب و خیالی کی سیج پر لٹا کر قوائے عقل کو شل کر دینے والے انگلش لگاتی ہے۔ زندگی "امن" کا نام نہیں۔ "جنگ" کا نام ہے۔ خود اپنے سے تجزیہ ہی طاقتوں سے اور ضعف و مغلوبیت سے مسلسل بغیر منقطع جنگ یہی اساسی پیغام قزوینی زندگی عظمت اور سربلندی کا واحد سگب بنیاد ہے۔

**تذکرہ مولانا افضل الرحمن گجڑ آبادی** مرتب مولانا ابوالحسن علی ندوی۔

- ناشر: مکتبہ دارالعلوم ندوۃ العلماء، بادشاہ پارک، لکھنؤ
- کتا بہت و طباعت: ردین و پاکیزہ، کاغذ اچھا، صفحات ۱۵۱

قیمت جلد ڈھائی روپے

یہ چودھویں صدی ہجری کے ایک ایسے بلند مرتبہ بزرگ اور عالم کا تذکرہ جمیل ہے جو ادبیات و انقیار میں ایک ممتاز مقام رکھتے تھے۔ ادبیات و اللہ کے حالات میں عام طور پر جو کتا میں سامنے آتی رہی ہیں ان سے ہم اس حد تک دہرا اشتہ اور میراد پورچکے ہیں کہ گذشتہ کئی سالوں سے شاید ہی کوئی تذکرہ بشمار پڑھ سکے ہوں۔ اول تو نامیٹیل ہی کے القاب و اداب سے گھٹن شروع ہو جاتی ہے کیونکہ طویل طویل القاب و اداب سے تلامذہ پر رعب و دہشت اور معنوی عقیدت کی دھماک بٹھانا ایک عام افتاد ہو گئی ہے جس سے ذوق سلیم تاؤ کھنکے رہ جاتا ہے دوسرے تذکرہ نگار اپنے مدوح کی تعریف و منقبت میں عموماً کچھ ایسا طرز اختیار کرتا ہے جیسے وہ کوئی ایجنٹ ہرچولپنے مال کی زیاد سے زیادہ تعریف کرنا ضروری خیال کرتا ہو۔ تیسرے آجکل کے تذکرہ نگار باعوم تنگ اور یک رخنے ذہن والے معتقدین کے رہن منست ہوتے ہیں جو تھے ان کی انشا اور ٹیک تک اس قدر ردی ہوتی ہے کہ وجدان و ادراک کو نشہ پلا سے بغیر ان کا تمام دکمان پڑھ لینا جوئے شہیہ لانے کے مراد ہوتا ہے۔

مولانا ابوالحسن علی کا اسم گرامی دیکھنے کے بعد ہم نے بہت

شوق سے یہ تذکرہ پڑھا اور شکر ہے کہ تذکرہ سارا وقت ضائع ہوا۔ حسن سخن کو گھٹیس لگی۔ اس تذکرے میں وہ ہولنا کثافیاں نہیں ہیں جن کا ہم نے ذکر کیا بلکہ واقعتاً یہ پڑھنے اور فریٹنے کے قابل ہے۔ ادب و انشا کی رعنائی اور واقف نگاری کے اعتدال کے لئے مرتب موصوف کا نام ہی کافی ضمانت ہے۔ وہ خود بھی صاحب علم و عمل بزرگ ہیں اور مقامات و منازل سے غالباً عملی واقفیت رکھتے ہیں یہی وجہ ہے کہ ان کی مدح و ستائش میں ایک خاص طرح کی انفرادیت اور تمکھا پن ہے جو تیسرے درجے کے بے مغز تذکرہ نگاروں کو کبھی نصیب نہیں ہو سکتا۔ اولیاء کے قصیدہ نگاروں کا تو بس یہی عالم دیکھا ہے کہ شاعری اور واقف نگاری میں فرق ہی نہیں چھوڑتے۔ بلکہ بعض ہجرات مند تو شاعری سے آگے بڑھ کے "طلام ہوشربا" کی وادیوں میں پھلانگ لگا جاتے ہیں اور ہسالت عالم کا خدا بھلا بھلا تذکرے "کرامات الاولیاء" اور "ہجرات الاولیاء" وغیرہ ناموں سے سب سے زیادہ مقبول ہوتے ہیں۔ زیر تبصرہ تذکرہ شاید اسی لئے زیادہ مقبول نہ ہو سکے کہ اس میں نہ کوئی بزرگ نے پھل کے پیشے سے ہرن پیدا کیا ہے، نہ ڈوبتے ہوئے جہاز کو کانا بھادیا ہے۔ نہ ہوا پھڑکے دکھایا ہے، نہ قبض و بسط، شرح و التشریح، لاہوت و ناسوت اور سفر و رشتہ و کی عقلی مشکن اصطلاحیں استعمال کی ہیں۔ نہ کوئی مردہ بنی زندہ ہوئی ہے، نہ کسی یا بچھ کو اولاد ملی ہے، نہ وجد حال کی چاشنی ہے نہ قوالی اور طبیب کی دلنوا صدائیں ہیں۔ بس قرآن و حدیث کے مزاج و واضح احکامات اور اعمال خیر کے ذکر و بیان ہیں یہ پوری کتا ب ختم ہو گئی ہے جن قارئین کے حلق سو مردہ جی مصروف کی کھینچی ہوئی شتاب و حسانیت کا کوئی قطرہ اب تک نہیں اترا ہے انھیں تو اس میں خرا آجیا نیگا لیکن باقی حضرات! اور زیادہ تعداد ادا کی گئی ہے۔

مولانا افضل الرحمن کس پائے کے بزرگ تھے اس کا اندازہ تو آپ کو پوری کتا ب کا مطالعہ ہی کرنا سکتا ہے۔ چند محفوظات نمونہ نقل ہیں۔

فرمایا۔۔۔۔۔ "اتباع سنت! یہی خوشیت اور قطبیت ہے۔"  
اور فرمایا۔۔۔۔۔ "یاد رکھو کہ جو بات شریعت کے اتباع اور  
ان اعمال سے حاصل ہوتی ہے جو حدیث میں آئے ہیں وہ کسی  
سے نہیں ہوتی۔"

اور فرمایا۔۔۔۔۔ "مشائخ کے جو دعائیں منقول ہیں ان میں وہ  
تائید نہیں جو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعائیں فرمائی  
ہیں ان میں ہے۔"

اور فرمایا۔۔۔۔۔ "اتباع سنت یہی ہے کہ جیسا آنحضرت صلی اللہ  
علیہ وسلم نے کیا ہے اسی طرح کر کے گھٹائے بڑھائے نہیں۔"  
اور فرمایا۔۔۔۔۔ "کوئی آسمان پر اڑنے نہیں گھٹائے۔ ولایت  
اسی کو کہتے ہیں کہ احکام شریعت بے تکلف ہونے لگیں اور  
انعام شریعت ایسے ہو جائیں کہ گویا امور طبعی ہیں۔"

عجل حسین دعا حسب لے مولانا سے عرض کیا کہ باعث  
کی ہزنیات کو فرمادیکئے مثلاً بعد انتقال حضور کے چلم چہارم ہوگا۔  
یا نہیں؟ آپ نے فرمایا کہ صحابہ کا فعل یہ نہ تھا۔ الغرض آپ کے  
عہد میں یہ سب نہ تھا۔ پھر موصوف نے عرض کیا کہ بعد انتقال حضور  
کے عوس مزار پر آپ کے ہویا نہیں؟ آپ نے فرمایا ہرگز عوس  
نہ ہوا۔

ایک اور موقع پر عرض کیا گیا کہ چلم دوم جو ابجل مسلمانوں  
میں مروج ہے بدعت ہے یا نہیں؟ فرمایا بے شک بدعت ہے۔  
ایک مرتبہ مولوی محمد شفیع صاحب بخوری نے حج کو جانے کا ارادہ  
ظاہر کیا حضرت مولانا نے فرمایا۔ شہر اٹلج کی بھی خبر ہے یا  
ویسے ہی حج کا ارادہ کر لیا حضرت مولانا کا مطلب یہ تھا کہ ارادہ  
راہ اللہ لفقراہن عیال بھی ہے یا نہیں؟ مولوی محمد شفیع صاحب  
نے عرض کیا۔ حضرت! جی ہاں شہر اٹلج کی خبر ہے۔ فرمایا کیا  
خبر ہے؟ انہوں نے حضرت خواجہ حافظ کا یہ شعر پڑھ دیا۔

دروہ منزل لیل کہ خطر باسرت بجال

شہر طاول قدم آنت کہ مجوں باشی

حضرت مولانا نے یہ شعر سنکر ایک پرچوش نعرہ لگا یا لیکن نوراہی  
سنجھ گئے اور فرمایا۔

"سب وہیات ہے جو شریعت نے فیصلہ کیا وہی

بخرق دورست ہے"

مولوی سید نجم حسین نے ایک بار تعلیم امور باطنی میں جو طریقہ  
مروج ہے اس کے بارے میں آپ سے عرض کیا۔ اس پر ارشاد  
ہوا۔

"یہی طریقہ شریعت عمدہ ہے۔ یہی حدیث و قرآن کی  
مزادلت اور اسماء کی محبت کی برکت سے بڑے مراتب حاصل  
ہوتے ہیں اور اصل دل کی درستگی ہے اور شریعت کی پابندی۔"  
ایک روز عرض خدمت کیا گیا کہ فلاں بزرگ کو شوقِ کیمیا ہے۔  
دعا فرمائیے کہ ان کو حاصل ہو جائے۔ آپ نے فرمایا "اللہ  
کرے ان کو نہ آئے اور بھائی جس دل میں شوقِ کیمیا ہے نسبت  
اکہی ہرگز قرار پذیر نہیں ہو سکتی ہے۔"

مولانا فضل الرحمن کو قرآن و حدیث سے کس قدر تعلق احکام  
شرعیہ سے کس درجہ شغف اور حقیقی تصوف سے کتنی وابستگی  
تھی اس کی ایمان افزہ تفصیلات کتاب میں پڑھئے۔ ویسے  
چھوٹا منہ بڑی بات ہوگی۔ اگر ہم عرض کریں کہ فاضل مرتب کیلئے  
کتاب پر معمولی سی نظر ثانی کی گئی اب بھی باقی ہے۔ مثلاً انہوں  
نے فرمایا کہ مولانا فضل الرحمن کو "اللہ تعالیٰ نے ایسا مذاق سلیم  
عطا فرمایا تھا کہ جو شعور بان سے نکلتا رہ انتخاب ہوتا۔" تو بے شک  
مختلف مواقع کے جو بہت سے اشعار نقل کئے گئے ہیں۔ ان میں  
سے اکثر انتخاب ہی ہیں لیکن بعض اس لائق بھی ہیں کہ نقل نہ  
کئے جاتے۔ جیسے صفحہ ۷۷ پر۔

زود عاشق دروہ غم علو بود : گرچہ باد بزرگساں بلو بود  
یہ شعر بہت ہی گھٹیا ہے۔ ایک پسندیدہ مضمون کو ایسے غمیسہ  
شاعرانہ نوائی سے بیان کیا گیا ہے کہ ادب لطیف کی بجائے  
تسخیر آمیز طنز کا ذائقہ آنے لگتا ہے۔ سیاری ادب میں اس  
کے لئے کوئی جگہ نہیں۔

صفوحہ ۷۷ پر

دل کس کی چشم مست کا سرشار ہو گیا : کس کی نظر لگی کہ یہ بیمار ہو گیا  
عشق مجازی کی واردات بیان کرنے والا یہ شعر اس لائق  
نہیں ہے کہ عشق حقیقی کی غیر مرفی اور بے کیف دم لطفانت  
کا آئین بن سکے۔

ہوسکتا ہے بعض حضرات "حقہ نوشی" کی اطلاع سے چونک جائیں گے۔  
 بزرگی اور ولایت کے لئے جو مختلف معیارات رواج پا گئے  
 ہیں ان میں یہ تجلیم کم بیش ضرور پایا جاتا ہے کہ اولیاء اللہ کو  
 بشریت کی ادنیٰ سے ادنیٰ کمزوری سے بھی بلند ہونا چاہئے۔ اسی  
 لئے ہمارا ہر ولی اور بزرگ اپنے تذکروں کے آئینوں میں فرشتوں  
 کے خودِ فعال سے آراستہ اعجاز و کرامت کی فطرت شکن سند پر وہاں  
 نظر آتا ہے اور بشریت کی کوئی کمزوری اسے چھو کر نہیں جاتی۔ لیکن  
 حق یہ ہے کہ نہ تو فرشتہ نجی انسان کے لئے باعثِ فخر ہے نہ فرشتہ  
 کمزوری ولایت و عظمت میں فادح ہوتی ہے۔ "حقہ نوشی" یقیناً ایک  
 انسانی کمزوری ہے مگر اس میں گستاہ اور مذموم لغنائیت کا کوئی  
 مشائبہ نہیں۔ بعض لوگ "حقہ" کو خلافِ سنت بتا کر زہرِ دوع کا  
 مظاہرہ کرتے ہیں اور بعض فنکاروں نے تو اسے حرام ہی کہہ ڈالا اور  
 قرآن سے آیتیں گلہبیت کے لئے۔ لیکن یہ سب افراط و تفریط  
 ہے اور "حقہ" اگر مناسب اوقات میں مناسب اہتمام سے پیا  
 جائے تو اس کی صحت شہرہ سے بالاتر ہے۔ رہا بزرگوں کی "شان"  
 اور "دفع" کے خلاف ہونا تو بے شک جنھیں اپنی دنیا کی نظر میں شاندار  
 اور "دفعدار" بننے کا شوق ہو انھیں اس سے پرہیز کرنا چاہئے لیکن  
 جنھیں دنیا کی پرزادہ ہوا اور اپنی ولایت و عظمت کو "شریڈ مارک" نہ  
 بنانا چاہتے ہوں وہ بیوقوف و فخریہ نہیں۔

اس کتاب کا مطالعہ حقیقت پسند دینداروں کے لئے  
 مفید و لذیذ ہوگا۔

مصنف جناب عبد الرزق رحمانی  
**العلم والعلماء**  
 • ملنے کے متعدد دہنوں میں سے ایک یہ ہے  
 دفتر اہل حدیث، باڑہ ہند، دہلی۔  
 • صفحات ۹۷۔ کتابت گھٹیا، طباعت گوارا قیمت ایک روپیہ  
 یہ کتاب طلباء کو تحصیل علم میں سعی و محنت کی ترغیب دلانے  
 کے مقصد سے لکھی گئی ہے اور فاضل مصنف نے بڑی دیدہ ویرزی  
 اور کاوش سے وہ بہت سے واقعات جمع کئے ہیں جن سے پتا  
 چلتا ہے کہ ہمارے پیشرو و علماء و طلباء میں طلب علم کی کس قدر  
 تڑپ تھی مصنف کی محنت کا اندازہ اس سے کئے کہ چھوٹے بچوں  
 کم صفحات میں صحیح کردہ مواد کے لئے بطور ماخذ جن کتابوں کی فہرست

بادیم آج بہت مشکل ہے۔ شاید ہوا کے رخ پر کھلی زلف یا ربو  
 وجد ان کو کہتے ہی بن دینے جائیں لیکن زلف درخسار اور چشم  
 مست کو مادیت سے الگ کر کے قبول کرنا اس کے لئے مشکل ہی  
 ہے۔ مانا کہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ ان اشعار کے ذریعہ عشقِ حقیقی ہی کے  
 اسرار کی ترجمانی فرماتے ہوں گے لیکن کیا کمزوری ہے کہ ان کی زبان  
 کے اس سے ہر شعر انتخاب ہی ہو جائے۔ تذکرہ مگرا اگر ایسے اشعار  
 حذف کر دیتے تو کوئی بری بات نہ تھی۔

صفحہ ۱۰ پر۔۔۔ "پانچ پھریں مسجد کے تھل جو حجرہ ہے  
 اس میں تشدیف رکھی"  
 "اکامت" کی جگہ "تشریف" کا لفظ غلط تو نہیں لیکن اکھڑا اکھڑا منظر  
 ہے۔

صفحہ ۱۵ پر۔۔۔ "حضرت کی بیماری زکام اور بخار سے انتقال  
 سے بیس روز پیشتر شروع ہوئی۔"

اس جگہ میں الفاظ کا درجہ دست ایک ماہر اور دستگی کا طالب ہے۔  
 دو "تے" کی توانی نے روانی اور بندش کو ڈھیلہ کر دیا ہے۔  
 صفحہ ۱۹ پر۔۔۔ "حکیم عظمت حسین صاحب نے کتاب  
 جہل حدیث پڑھنا شروع کیا"

ظاہر ہے "کیا غلط ہے" کی "ہونا چاہئے۔" پہلی حدیث  
 خود مؤنث ہے اور لفظ "کتاب" کے بعد تو "تذکیر" کا سوال ہی پیدا  
 نہیں ہوتا۔ اگر یہ عبارت حرف بحرف "بہ یہ عشاق" سے لی گئی ہے تب  
 بھی نحو غلطی کی اصطلاح تو ناقل کا حق ہی تھا۔

بعض واقعات گمراہیاں ہو گئے ہیں۔ اتنی کم ضخامت کی کتاب میں  
 یہ تکرار شاید پسندیدہ نہ ہو۔

کتاب کے آخر میں مختلف حضرات کے مضامین شامل ہیں۔  
 ان میں مولانا اشرف علی کا مضمون "گج بے رنج" سب سے ممتاز  
 شعرا اور معیاری ہے۔ تصنیح سے بری ہو کر واقعہ مگرا ری اور  
 احتیاط اس کی ہر سطر سے نمایاں ہے جتنی کہ انہوں نے ایک  
 ایسی بانٹ بھی بے تکلف بیان کر دی ہے کسی اور واقعہ نگار نے  
 ۔۔۔ حتیٰ کہ خود مرتب نے بھی نہیں بیان کیا۔

"مرلتا کو تباہ کر کے اور صابن سے بہت رغبت تھی۔  
 حقہ نوش فرماتے تھے۔" ص ۱۲

دی گئی ہے وہ ساٹھ سے اوپر میں۔ اس گج کا دی کے لئے مصنف  
 داد کے مستحق ہیں۔ ویسے یہ ہم ضرور نہیں گے کہ جب کتاب میں ہر  
 واقعہ کے ساتھ ماخذ کا حوالہ بین القوسین دید یا گیا ہے تو "عرض  
 حال" میں نہر سب طویل کی ضرورت نہ تھی سیکھے وجدان کے لوگ  
 اسے ایسی غیر صالح خود نمائی اور نمائش پر محمول کریں گے جس کا مفہوم  
 قاری کو مرعوب کر دینا ہو۔

کتاب مواد کے اعتبار سے کافی دلچسپ اور سبق آموز  
 ہے لیکن حیرت کی بات ہے کہ متعدد مضامین اور کتابوں کے  
 کچھ مشفق مصنف ہونے کے باوجود فاضل مصنف کی انشا و اجبی  
 عہد طفولیت سے نہیں نکل سکی ہے۔ عبارات میں بعض جگہ تو بہت  
 ہی بے حد یا نہ رنگ ہے اور وہ درست کا ڈھیلا پن تو سبھی جگہ دکھایا  
 ہے۔

"سب سے پہلے دسمبر ۱۹۵۹ء میں قرآنی کے لئے دائرہ جانور  
 ہونے کی بحث پر ایک رسالہ مدلل لکھ کر شائع ہو چکا ہے" (صفحہ ۳)  
 آخری جلد میں کس قدر روشنی ہے سیدھی ہی بات تھی کہ "ایک مدلل  
 رسالہ شائع ہو چکا ہے"

اسی صفحہ پر "قرآن مجید کی ضرورت کیا ہے اور اس نے  
 بائبل کی اصلاحات کس قدر نشانہ رکھی؟ یہ صدق لکھنؤ میں شائع  
 ہو چکا ہے اور اس باب میں بہترین ہے"

اس سے قطع نظر کہ اپنے ہی مضمون کی نشان میں "بہترین"  
 کا لفظ استعمال کرنا سائنس سے بعید ہے۔ "اصلاحات" کے ساتھ  
 "قرآنی" کا کیا جوڑ ہے۔ اگر یہ کتابت کی غلطی ہو اور مصنف نے  
 "فرمائیں" لکھا ہو تب بھی "کس قدر" نامزد کر لیا ہے۔  
 صفحہ ۷ پر برخطی عنوان ہے "بلاستورنگ کے طالب علمی"۔  
 کیسی گھٹیا نشست الفاظ ہے۔

"تو کیا ہے کوئی؟ جو اگر انھد انعام کا دینا نہ سہی بلکہ  
 دینے کا خیال استحقاق ہی دل میں لائے؟"

"کوئی" کے متصل بعد سوائے نشان کے غلط استعمال کے  
 علاوہ لفظ "استحقاق" بھی قطعی بے محل آیا ہے۔ مفہوم کے اظہار  
 میں ایسی بے بسی حیرت انگیز ہے۔

مقام ذمی طوی میں ان سے ملاقات کیا۔ (صفحہ ۱۱)

"کیا" کو ہم کتابت کی غلطی سمجھتے مگر بعض بزرگوں کو زبانی بھی یوں ہی لولنے  
 سنا ہے۔ ظاہر ہے یہ غلط ہے۔

صفحہ ۱۱ پر عنوان ہے "یک فنی علماء کرام"۔ ہمارا ماخذ  
 کا ڈالنے تو اسے پڑھ کے کڑوا ہو گیا۔ خدا جانے دیگر قارئین پر کیا  
 گذرے۔

"اس زمانے کی کل مشہور دارالعلوم مثلاً اسکندریہ،  
 شام، حلب، رملہ، بیت المقدس، یمن وغیرہ پنجے" (صفحہ ۱۵)  
 کیا بات ہوئی؟ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ کاتب نے  
 "کے" کو "کی" بنا دیا مگر "کے" سے بھی بات نہیں سنی جب تک "دارال" کا  
 صحیح نہ استعمال کیا جائے۔

"آپ کی عمر ۳۴ برس سے زائد نہ تھی لیکن انجی تشریح تحقیق کی  
 پوری نہیں سمجھتے تھے" (صفحہ ۶۰)۔ "تحقیق کی تشریح پوری  
 نہ سمجھنا" چہ سنی داروہ کہنا یوں چاہئے تھا کہ "لیکن انجی تحقیق کی پوری  
 سمجھی نہیں تھی"۔ مگر یہ بھی اس وقت درست ہونا جب کافی  
 زیادہ عمر کا ذکر ہوتا۔ یہ ظاہر کرنے کے بعد کہ انجی تو عمر بہت تھوڑی  
 تھی "لیکن" کا استثناء عجیب ہے۔

"اور روزانہ نئی نئی تحقیقات و نکات معلوم ہوتی رہیں"  
 (صفحہ ۷۱)

تحقیقات کا معلوم ہونا "تو خارج از مدارہ تھا ہی نکات"  
 کو مؤثر پہلی بار پڑھا۔

صفحہ ۸۲ پر "اسی لئے مثل فرمان شیخ صدیقی وہ  
 کا سہ چینی ہوئے"

"فرمان آژو دادب میں "علم" کے مفہوم میں استعمال ہوتا  
 ہے۔ یہاں "فرمودہ" کا محل تھا۔

عبارتوں کے درمیان شعر بہت دہیئے گئے ہیں اور یہ کوئی  
 عیب نہیں بشرطیکہ شعروں کا انتخاب معیاری ہوتا اور استعمال میں  
 جستگی ہوتی لیکن یہاں عموماً نہ تو معیار ہی اور کچھ ہے نہ استعمال جب نہ  
 ہے۔

یہ انشاء کے بارے میں ہوا۔ اب نفس مواد پر بھی کچھ عرض کر دیا  
 "عرض حال" کے ذہن میں مصنف نے اپنے مضامین کی اشاعت  
 کا رسائی و اختیارات کے ناموں سمیت جو ذکر کیا ہے وہ خود نمائی کے

ابن سوجن کو مزید تقویت دینے والا ہے جس کا ذکر ہم نے نہرست  
 آخذ کے سلسلہ میں کیا۔ یہ کوئی وزنی بات نہیں ہے کہ مصنف ایک  
 مختصر کتاب کے مقدمہ میں اپنے مضامین کی بہتات اور ان کے  
 چھاپنے والے جرائد کی نہرست کا ذکر بالظہر کر لے بیٹھا جائے۔

صفحہ ۱۹ پر واقع بیان ہوا ہے کہ ایک بار ہارون رشید نے  
 امام شافعی سے کہا کہ اپنا نسب بیان کرو۔ امام شافعی کہتے ہیں کہ  
 میں نے اپنا نسب مسلسل مشہور کیا حتیٰ کہ آدم علیہ السلام سے  
 جا ملا یا تھا۔ اس اچھوتے واقعے سے ہماری معلومات میں اضافہ  
 ہوا ہے۔ ہمارے ہی نہیں ان تمام محققین کی معلومات میں اضافہ ہوا ہے  
 جو یہ بیٹھے بیٹھے تھے کہ تاریخ کے پاس کوئی رشتہ ویسا نہیں ہے جس کا  
 سرا سب سے پہلے انسان سے جا ملا جو ان کا خیال تھا کہ دنیا کا ایک  
 بہت بڑا حصہ عمر مکمل تاریکی میں ہے اس روایت نے صاف بتادیا  
 کہ امام شافعی کو اپنے ایک ایک اب دھدکا ہا ہا میں قابل تک سرا سب  
 مل گیا تھا۔ اگر واقعی یہ روایت درست ہو تو ہمیں اپنے روایت  
 پرست اور رجعت پسند ذہن سے ان ارباب علم و سائنس کا مشورہ  
 لکھنا چاہئے جو تاریخ میں ایک عظیم خلا کی اطلاع دیتے ہیں مصنف  
 نے امام شافعی کے اس کارنامے کو کمال و تحمیر کے کریڈٹ سے  
 نوازا ہے لیکن اگر واقعی کوئی ایسا سلسلہ نسب موجود تھا تو اس کا  
 سرا حضرت آدم سے مل گیا ہوتا اسے دہرا دینے کا تعلق رشتے  
 سے نہ کہ کمال و تحمیر سے ہونا چاہئے کہ ہمارے اکثر  
 روایت پرست بزرگ حفظ ہی کو تحمیر کا ہم معنی سمجھے ہوتے ہیں  
 اور ایسی بنیاد پر وہ اکثر ان حدیثین کو بھی بھڑکا کر لے جن کے حقیقی  
 تحمیر کوئی نشانی تاریخ نے نہیں چھوڑی۔

صفحہ ۲۰ اور ۲۱ پر حضرت رضا مصری کا قصہ بیان ہوا ہے  
 کہ ان کا ارادہ ہوا کہ شیخ محمد عبدہ کی خدمت میں مصر پہنچیں  
 شادی ہو چکی تھی۔ بیوی سے ارادہ ظاہر کیا۔ وہ سفر کے لئے راضی  
 نہ ہوئیں اسپر انہوں نے طلاق دیدی۔ مصنف نے اسے "اولاد توئی"  
 قرار دیکر یہ نوٹ دیا ہے

"ہمارے ہندوستان میں مدرسوں کے اکثر طالب علم  
 شادی شدہ ہوتے ہیں اور یہ شادی شدہ طلباء اپنے  
 خانہ داری کے باہر کی وجہ سے تعلیم مکمل حاصل کر سکتے

بجو رہیں تاہم آجھا"

اول تو یہی محلی غمخیز ہے کہ ہندوستانی مدرسوں کے طلباء کی اکثریت  
 شادی شدہ ہے۔ معلوم نہیں یہ خیال کیا بنیاد رکھتا ہے جس کے  
 طلباء کو اس بات پر ابھارنا کہ وہ رشید رضا کے نقش قدم پر  
 چل کر اولاد الغری کا مظاہرہ کریں بہت ہی ٹھٹھیا بات ہے۔ رشید  
 رضا پر ہم یہاں اعتراض نہیں کرتے کہ ان کا پورا قصہ اپنے پس منظر  
 سمیت ہمارے سامنے نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ان کے ازدواج  
 تعلقات کسی وجہ سے اس نازک منزل میں پہنچے ہوں جہاں نظریہ  
 قطع تعلق کے لئے صرف معمولی سے بہانے کی ضرورت ہو کرتی  
 ہے یا ہو سکتا ہے کسی نامعلوم سبب سے انہیں زبردستی اتنی  
 احتیاج نہ رہی ہو جتنی کسی بھی صحت مند اور جوان العمر انسان  
 کو نادر اور متداول حالات میں نظر ثا ہو کرتی ہے لیکن تمام ہی  
 شادی شدہ طلباء کو بیویوں کی حق تلفی کا درس دینا اور "بڑی"  
 پر "اولاد الغری" کا لیبیل لگانا ایک رشتہ طرز فکر کی بہت بڑی مثال  
 ہے۔ اتنا ہی علم حاصل کرنا فرض ہے جس سے روزمرہ کے شرعی  
 احکام تک رسائی ہو سکے۔ اس سے آگے کی منزل میں بعض منہ دبات  
 ہیں۔ منہ دپ کے کچھ بغض المباحات (طلقات) کا اختیار کرنا  
 اور دست نگر عورتوں کو میوہ بنانا شرمناک حد تک غلو اور  
 بے اعتدالی ہے۔

صفحہ ۲۱ پر شیخ احمد بن یحییٰ منیری کے بارے میں نقل کیا گیا ہے  
 "آپ کا شمار دانشا پیر اولیاء اللہ میں ہے ان کی  
 عمر شریفین (۱۰) ایک سو میں برس کی تھی۔ ان کے  
 شوق علم کا یہ عالم تھا کہ صاحب نر بہ علامہ سید عبدالحی  
 کہتے ہیں کہ بزرگ زانہ تعلیم میں والدین اور اقارب  
 کی طرف سے آئے ہوئے خطوط کا مطالعہ نہیں کرتے  
 تھے کہ کسی دشتناک خبر سے دل کو دوسری پریشانی  
 دلا تین ہوا دیکھو سوئی میرے مطالعہ کی جاتی رہے۔"

یہ ایک عام بات ہے کہ جس شخص کو بی بی مان لیا گیا ہو اس کے  
 ہر ہر طور طریق کی تصدیق خواتین فرض محمدی جیسی ہے۔ حالانکہ ایک  
 دینی کی بھی بعض باتیں ناقابل تقلید اور غیر معیاری ہو سکتی ہیں۔  
 اگر والدین تک کی خیر و عافیت، بیماری، احتیاج اور یہ ایات مطابقت



حدیث سے بے بہرہ اور غیر معتدل تپ س کا مجرم گمان کرتے ہیں مگر اس میں ان کا کیا قصور ہے۔ زیادہ گہرائی میں آنکھ کھریا کرتے والوں کی باتیں معمولی ذہن و دماغ کے سطح میںوں کو ہمیشہ قابل اعتراض ہی نظر آتی ہیں۔ ہم کہنا یہ چاہتے ہیں کہ فقہ کی جتنی مقدار بخاری و مسلم رحمۃ اللہ علیہما کو فقیر بنا سکتی ہے وہ فقیرت حدیث کی اتنی ہی مقدار سے ابوحنیفہ کو حدیث بجا ناچاہئے اور ان عظیم رجال ملت کا تقابل اس انداز سے نہیں ہونا چاہئے کہ خواہ مخواہ ایک کی تخفیف ہو جائے۔ صحیح تریات یہ ہے کہ امام بخاری و مسلم و غیرہ احادیث کے حفظ و جمع اتنی تہذیب، اتقید اور تنقیح میں مشائخ ادر ابوحنیفہ و مالک و غیرہ تفقہ اجتہاد اور استخراج و استنباط میں۔ دہریہ و سرری خصوصیات کو نہ مذکورہ محدثین اجتہاد و تفقہ سے عاری تھے نہ مذکورہ ائمہ فن حدیث سے۔ ثانوی وجہ میں اگر ان محدثین کو فقیر کہہ سکتے ہیں تو ان ائمہ کو بھی محدث کہنا غلط ہو گا۔ بلکہ اس معنی میں تو انھیں محدث کہنا ہی بیٹھے گا کہ ان کے ابوان تفقہ کے و ضروری ستونوں میں کا ایک ستون حدیث ہی ہے۔ پھر یہ بحث بھی ملحوظ رکھنا چاہئے کہ حدیث اپنی تمام تر عظمتوں کے باوجود تشریح کی جسری نہیں کر سکتی۔ ابوحنیفہ کو تشریح آن سے جس وجہ شغف تھا اور ان کی قانون سازی کی عمق پر صلاحیتیں آت تشریح آن کے سمندر میں خواہی کرتے کرتے جس قدر بکھر گئی تھیں اسکی موجودگی میں یہ کہنا غیر منطقی ہو گا کہ ان کا تفقہ ان حضرات کے تفقہ سے زیادہ قوی اور مقدس ہو نا چاہئے جنھیں قرآن کی نسبت حدیث سے زیادہ شغف رہا اور جن کی تفسیر کی صلاحیتیں قابوس نرآن کی جھانے بھر حدیث کے پانیوں میں صرف ہیں۔ اور یہ امر واقعہ بھی ملحوظ رکھنا چاہئے کہ خدا نے بخشہ ہونے محدثین کرام کو حفظ و اتفاق اور توفیق جہد دینے میں جو فرضیاتی برتی اتنی ہی بلکہ اس سے بھی کچھ زیادہ فیاضی ابوحنیفہ کو تو کاوت و فراست اور اعلیٰ غیر معمولی قوت فکر و اجتہاد و استنباطی ذہانت، بے پناہ اختصار حیرتناک ذوق عمل اور مذاق زہد و تقویٰ عطا کرنے میں اختیار فرمائی۔

صفحہ ۵۸ پر ہے۔ "عش الاثر مولائی کسی ضرورت سے بخار سے نکل کر بعض دیہات میں گئے ہوسکے تھے آپ کے تامل اندازہ سے آپ سے آکر ملاقات کی

مگر تقاضی الزام نہ ہو سکتا۔ تو جس وقت ان سے شمس الملک کی ملاقات ہوئی، پوچھا۔ "تم کیوں نہ آئے؟" کہا۔ "میں والدہ ماجدہ کی خدمت میں مشغول تھا اسلئے نہ سکا تو تو میرا دلچسپ مگر شگے بہت ہی جانے لگی مگر درس کی رونق سے ہمیشہ محروم رہے گا۔"

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

یہ واقعہ اپنی موجودہ شکل میں نہایت شک انگیز ہے۔ اگر ایک شخص واقعی والدہ کی خدمت میں اس درجہ مستغرق ہے کہ استاد سے ملاقات کا وقت نہیں نکال پایا تو کیا کسی عالم دین کو اس سے کیسہ ہونا چاہئے؟ اس سبب تیسری پڑھائی چاہئے؟ یہ تو وہ مقدس ترین معروضات ہے جس میں شیخ ادر ابوحنیفہ سے فرانس تک سادہ لہجے میں، تو کیا شمس ائمہ اس سے واقف نہیں تھے کہ خطا ہو بیٹھے۔ انھوں نے اس واقعہ کے ذیل میں داخل اسٹیف نے علماء کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ "جس سے اسناد کو اذیت پہنچے وہ برکت ظلم سے محروم رہ جائے"۔ مذکورہ واقعہ پر اس قول کا چسپان کرنا بڑی ہی بے دانشی ہے۔

حاصل تجربہ یہ ہے کہ کتاب خاصی دلچسپ ہے مگر عملی حقیقت سے شاید ہی کسی کو مفید ہو۔ مصنف نے خود ہی ایک دو جگہ واضح کیا ہے کہ علمائے سلف کا تجربہ کمال سلاطین و ذی مرتبہ امرا کی قدر و انہوں اور عام عزت افزائیوں کا مہرہن سنت رہا ہی۔ اب ظاہر ہے کہ نادر و ان سلاطین و امرا باقی ہیں و ظلم و کمال کی غیر معمولی تدارا انہیں ہیں، ویسے ہم سے پوچھئے تو انقلاب عادات کے اسباب و علل کہیں اور ہیں اور جب تک یہ موجود ہیں کوئی قوت موجودہ انہوں ساک حالت کو نہیں بدل سکتی۔

**بچوں کی چند کتابیں**

(۱) اخیریہ پچھلے صفحات ۳۲ قیمت ۵ (۲) چھو منتر صفحات ۱۶ قیمت ۱۲ (۳) انوکھا فیصلہ صفحات ۳۶ درج نہیں غالباً ہوگی (۴) اتخونی جھوٹ صفحات ۳۲ قیمت ۲۰ سے پیسے (۵) شہزادی عوم منتر صفحات ۳۲ ایک بھی قیمت درج نہیں غالباً ہوگی۔ ان کتابوں کے مصنف ابن محمود ہیں کتابت حموی ہے مگر ابھی طبعات نے اسے روشن کر دیا ہے۔ سرورق لکشت ہیں، کہا نیاس دلچسپ اور مفید اسلامی اقدار کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ انشاء و سلیس و خلقت ہے۔ پہلی اور تیسری کا نام ہے۔ اسلامی پیشنگ ہاؤس، آردو بازار دہلی۔

# برباد شدہ تہی کیسے سنواری جائے

از سیک حکیم محمد عظیم زبیری۔ امر دہ۔

یا صحت مند اور توانا بننے کے آرزو مند ہیں تو اول اپنے فعل ہضم و دفع کو صحیح کرنے کے لئے ادویہ کھائیں بعد درستی معدہ و طیرہ منفلط اور مقوی دواؤں کا استعمال کریں۔ اخباروں میں دواؤں کے اشتہار پڑھ کر پڑھ کر دوائیں نہ منگائیں اپنا پیسہ مفلطوں برباد نہ کریں یا در کھو کوئی کسی کا نہیں اپنی دولت اور اپنی تندرستی مرتے دم تک ساتھ دیتی ہے اور تندرستی کے مقابلہ میں دولت ایک ہے اس کی قدر کر و قدر کر دو۔

ضروری نوٹ :- مردانہ و زنانہ امراض کے متعلق مستند لکچر مفت منگا کر پڑھئے۔ اور ہر قسم کے امراض میں صحت مشورہ لیجئے البتہ جواب کے لئے لغات یا ٹکٹ آنے ضروری ہیں پتہ یہ کافی ہے۔ حکیم حکیم محمد عظیم زبیری۔ امر دہ۔ ضلع مراد آباد۔ یو پی

## مفت لیجئے

دلی کے بڑے بڑے تجربہ کار قابل حکیموں کا ایک بورڈ ہے۔ اگر آپ بیمار ہیں تو اپنا پورا حال لکھ کر ان سب حکیموں کے مشورے سے تجویز کیا ہوا نسخہ مفت لیجئے۔

خط پوشیدہ رسبے کا

پتہ

سکرٹری طبی بورڈ، نورنگند دلی

اگر آپ اپنی بگڑی تندرستی بنا نا چاہتے ہیں تو اپنے معدہ کے فعل کو صحیح کیجئے۔ معدہ کی درستگی پر ہی تمام اعضاء جسم کی تندرستی کا انحصار ہے۔ کیونکہ جملہ اعضاء جسم کی خوراک کا معدہ ہی کفیل ہے۔ پوشیدہ جنسی امراض کے جو مریض اپنی برباد تندرستی کو بنانے کے لئے عطائی۔ اشتہاری اور نادانانہ معالجات کی لچھے دار دواتوں میں آکر مقوی گولیاں۔ جلو سے اور منفلط سفوف اور عجین استعمال کرتے ہیں خیر خوب گئی۔ دودھ مکھن اور بالائی استعمال کرتے ہیں وہ اپنا پیسہ ہی برباد کرتے ہیں نہ تو ان کو بیماری سے چھٹکارا ملتا ہے اور نہ بدن پر بونی چڑھتی ہے جنسی پوشیدہ امراض جنی معدہ کو قوی اور فعل ہضم اور فعل دفع کو صحیح بنانے سے ہی دور ہوتے ہیں۔ میں نے جنسی امراض کے برانے مایوس العلاج مریضوں کو جو ارش سنبل الطیب اور صب فولاد کیسٹم والی کھلوائیں بھٹل خدا آن کی مخصوص پوشیدہ شکایات بھی دور ہوئیں اور وہ نسرہ پر بھی ہو گئے۔ جو ارش سنبل الطیب سے ان کے معدہ کا فعل درست ہو گیا جب تک کھنے لگی غذا ہضم ہو کر جزو بدن بننے لگی۔ ریاح کی بکثرت پیدائش بند ہوئی۔ حسب فولاد کیسٹم والی کے استعمال سے خون کی پیدائش بڑھ گئی زردی دور ہوئی بے روئی جاتی رہی بدن میں گرمی۔ دماغ میں جستی دل میں اُمنگ اور دلور پیدا ہوا۔ اعصاب طاقتور ہو گئے لیکن یہ تمام فائدے چند ماہ میں دن اور دن کھانے سے حاصل نہیں ہوئے کچھ عرصہ استقلال سے مریضوں نے ادویہ کا استعمال کیا۔ انحصار برباد تندرستی کو سنوارنا اور صحت مند زندگی گزارنا چاہتے ہو تو اپنے معدہ و جگر کے فعل کو درست کرو اور درست رکھو۔ میرا مشاہدہ یہ نہیں ہے کہ آپ میری سنٹ جوارش اور گولیاں استعمال کریں بلکہ مشاہدہ یہ ہے کہ آپ اگر پوشیدہ امراض سے چھٹکارہ حاصل کرنا چاہتے ہیں

طلب العلم  
فرايض  
على كل مسلم ومسلمة  
(الحديث)

# فہم نئی علمی کتابیں

علم کی طلب  
ہر مسلمان مرد اور عورت  
پر فرض ہے  
(حدیث)

## کتابیں طلب کرنیوالے چند باتوں کا لحاظ ضرور رکھیں !

- ① تحریر اتنی صاف ہو کہ آرڈر کی تفصیل اور آپ کا پتہ پڑھنے میں دشواری نہ ہو ② جلد یا غیر جلد کی بھی دقتا کر دیجئے ③ تقریباً بیس روپے سے زائد کتابیں منگوانے کی صورت میں ریلوے پارسل میں کفایت رہتی ہے۔ اگر یہ کفایت مطلوب ہو تو اپنا اسٹیشن لکھئے۔ پارسل ریل سے اور بلٹی کی رسید ڈالنے سے دی جاتی بھی جاسکتی ④ اگر آپ نئے نئے خرید رہیں تو بیس روپے یا اس سے زائد کے آرڈر پر کچھ رشے منگی روانہ فرمائیے جنہیں پی پی میں کم کر دیا جائے گا ⑤ ڈالنے سے دی پی کی اطلاع ملے ہی پھر لیجئے۔ ڈیر کرنے سے واپس ہو جاتی ہے۔ ⑥ اگر آپ کو گمان ہو کہ دی پی توقع سے کچھ زائد رقم کی ہے تو اسے واپس نہ کریں بلکہ وصول کر لیں۔ آپ کے اطلاع دینے پر مکتبہ فیضانِ ہند شکریت کا ازالہ کرے گا۔ (خادم مکتبہ تجلی دہلی) (دیوبند)

### قرآن ترجمہ ہندی

قرآن بدو ترجمہ (۱) شاہ رفیع الدین (۲) مولانا اشرف علی  
متوسط سائز میں، جلد کریم کا ہدیہ  
ساڑھے بارہ روپے۔ بہت بڑے سائز میں جلد کا ہدیہ  
چھپتیس روپے (اس کی کھانی بہت سلی ہے)

قرآن بیک ترجمہ مولانا اشرف علی۔ جلد کریم کا ہدیہ  
ساڑھے دس روپے

قرآن بلا ترجمہ اچھا سفید کاغذ۔ تجلی سائز۔ ہدیہ جلد  
پانچ روپے

قرآن بلا ترجمہ علی مسلم، روشن حروف۔ جلد کا ہدیہ  
ساڑھے آٹھ روپے

### قرآن کی تفسیریں

تفسیریں کثیر احادیث کی روشنی میں آیات کا مفہوم ظاہر  
کرنے والی وہ تفسیر جو دنیا بھر میں مشہور و  
مقبول ہے۔ ترجمہ سنسکرت، لکھائی چھپائی پسندیدہ پانچ جلدوں میں  
مکمل۔ ہدیہ جلد چھپتی روپے (سہر جلد علیحدہ بھی مل سکتی ہے۔  
جلد اول مترہ روپے۔ دوم ساڑھے ارہ روپے۔ سوم  
ساڑھے بارہ روپے۔ چھارم سولہ روپے۔ پنجم بارہ روپے  
اگر ہر پارہ الگ۔ چاہیں تو ہی بارہ ڈھائی روپے قیمت ہوگی۔  
تفسیر موضح القرآن شاہ عبدالقادر محدث دہلوی کی  
تفسیر اردو تفاسیر میں بنیادی  
اہمیت رکھتی ہے۔ ہدیہ جلد میں بیس روپے۔  
تفسیر بیان القرآن مولانا اشرف علی کی یہ عظیم تفسیر

(تفسیر موضح القرآن)

ایں چار جلدوں میں جلد ہفتہ ششم ہے۔ دو قسموں کی تہا کی جاسکتی ہے۔  
 ① بہت بڑا سا نثر بارہ حصوں میں منسلک ہے۔ ہدیہ غیر مجلد ساتھ ہے  
 ② جلدوں میں جلد ہفتہ ششم ہے۔

تجلی جیسا سا نثر تہا میں مکمل ہے۔ غیر مجلد تہا میں روپے  
 پانچ جلدوں میں جلد ہشتاں ہے۔ دوسری قسم کا ہر پارہ انگ  
 بھی طلب کیا جاسکتا ہے۔ فی پارہ دو روپے۔ صرف پارہ آٹھ بجلی

**تفسیر حقانی** مولانا عبدالحق محدث دہلوی کی اس تفسیر نے  
 اب ہر پارہ ایک پارہ چھپ رہا ہے اب تک انیس پارے چھپ  
 چکے ہیں۔ فی پارہ دو روپے۔ صرف پارہ اول پانچ روپے جو تین  
 حصوں پر مشتمل ہے۔

**تقسیم القرآن جلد اول** مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کی وہ  
 اہم با نشان تفسیر جو غیر ضروری تفصیلاً  
 سے بچاتے ہوئے آپ کو براہ راست مغز قرآن تک پہنچاتی ہے  
 دل نشیں، مستند اور ذہن میں اتر جانے والی۔ ابھی صرف جلد  
 اول فراہم کی جاسکتی ہے جو سورۃ النعام تک ہے۔ ہدیہ مجلد  
 ساڑھے بارہ روپے (جلد ثانی زیر طبع ہے)

**تفسیر فیض الرحمن** اسم اللہ الحمد اور مؤمنین کی تفسیر موقع  
 موقع شاہ ولی اللہ اور دیگر اکابرین کی  
 آراء کا خلاصہ بھی دیا گیا ہے۔ ہدیہ دو روپے۔

## قصص القرآن

قرآن کے بیان فرمودہ قصص پر لا جواب  
 کتاب، عظیم معلومات کا خزانہ مستند  
 اور محققانہ تفصیلات سے مالا مال، عمدہ سلیس انداز بیان  
 و قیاس پر مبنی اور بے نظیر، حصہ اول سات روپے۔ حصہ دوم  
 چار روپے۔ حصہ سوم ساڑھے پانچ روپے۔ حصہ چہارم ساڑھے  
 مکمل سید منگائے برقیہ تیس روپے۔ (مجلد مطلوب  
 ہوں تو ایک پختہ جلد پڑھ کر پھر دوسرے پڑھ جائے گا)۔

## لغات القرآن

قرآنی لغات کی شرح آسان  
 زبان میں۔ جو لوگ قرآن کو بلا ترجمہ  
 سمجھنے کی خواہش اور شوق رکھتے ہیں ان کے لئے یہ کتاب  
 بڑی مدد فراہم کرتی ہے قیمت مجلد چار روپے۔

## علم الحدیث

**موطا امام مالک** مترجم عربی مع اردو) وہ مجموعہ جو بخاری  
 احادیث کا شمار کا

سے پہلے مرتب ہوا، سلیس ترجمہ کے ساتھ عربی متن بھی ہے۔  
 لکھائی چھپائی کاغذ سب بہتر۔ ہدیہ ساڑھے دو روپے۔ مجلد کریم  
 تیرہ روپے (مجلد علی چودہ روپے)

## بخاری شریف

(خالص اردو) قرآن کے بعد سب سے  
 صحیح کتاب بخاری کا  
 سلیس اردو ترجمہ تین جلدوں میں مکمل ہے۔ ہدیہ چوبیس روپے  
 مجلد پختہ شتائیس روپے۔ مجلد علی بیست روپے۔  
 (مجلد کا مطلب تین الگ الگ جلدوں میں)

## مشکوٰۃ شریف

(خالص اردو) مشکوٰۃ کا بھی سلیس  
 اردو ترجمہ دو جلدوں  
 میں حاضر ہے۔ یہ کتاب حدیث کی گیارہ کتابوں کا وہ انتخاب  
 ہے جس نے تمام عالم اسلامی میں بے نظیر قبولیت حاصل کی۔  
 ہدیہ سوڑھے دو روپے (مجلد علی بیس روپے)

## ترمذی

(خالص اردو) سفید عمدہ کاغذ۔ حصہ اول  
 مجلد دس روپے حصہ دوم مجلد دس روپے

## علوم قرآنیہ

**البیان فی علوم القرآن** مشہور تفسیر حقانی کا مصنف  
 مولانا عبدالحق محدث دہلوی  
 کی عظیم الشان کتاب وہی ہے جس کی توصیف میں علامہ انوشاہ  
 صاحب جیسے علم مرنے یہ الفاظ لکھے کہ اگرچہ اس کی نظیر ممکن  
 ہے۔ لیکن: "انہ نہیں" خدا کی ذات و صفات تازہ ملانکہ  
 جزا و سزا، قبر، جنت، دوزخ، نبوت، تاریخ و منسوخ،  
 استعارہ و کنایہ اور اختلاف قرأت کی بحثیں، صفحات ۱۲۵  
 کا مذکورہ چھپائی معیاری۔ قیمت چودہ روپے (مجلد پختہ سوڑھے دو روپے)

اردو میں صحیح حدیث کی طلب کرنے والے اس روپے

**مشارك الانوار مترجم**

بخاری و مسلم کی صرف فقہی احادیث کا مفیس انتخاب۔ ترتیب فقہی ابواب پر ہے جس سے یہ معلوم کرنا بہت آسان ہو جاتا ہے کہ کونسا مسئلہ کس حدیث سے نکلا ہے۔ ترجمہ کے ساتھ تشریح بھی ہے اور عربی متن بھی۔ ہدیہ چودہ رشپے۔ مجلد نختہ شدہ رشپے۔ مشہور امام فن حافظ ابن حجر کی یہ کتاب

**بلوغ المرام** بخاری و مسلم، ترمذی، ابو داؤد اور دیگر کتب مشہورہ سے منتخب کئے ہوئے دینی احکام کا بیش بہا مجموعہ ہے۔ ترجمہ مع عربی متن۔ ہدیہ مجلد آٹھ رشپے۔

**ابن ماجہ (اردو)** صحیح سنہ کی کتاب ابن ماجہ کا مکمل اور ایسے ترجمہ۔ شائقین حدیث کے لئے نادر تحفہ۔ صفحات ۶۶۶۔ ہدیہ مجلد بارہ روپے۔

**مسند امام عظیم** (مع ترجمہ نوادہ) فرمودہ احادیث کا مجموعہ جس میں مولانا عبدالرشید نعمانی کا بہترین معلومات افزا مقدمہ بھی ہے۔ قیمت مجلد آٹھ روپے۔

**ترجمان السنۃ** احادیث کی بہترین تفہیم و تشریح بہ مشکل ہے۔ بس دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے اس کی خریداری آپ کے روپے کا بہترین مصروف ہوگا۔ جلد اول دس رشپے (مجلد بارہ رشپے) جلد دوم نو رشپے (مجلد بارہ رشپے) جلد سوم دس رشپے آٹھ آنے (مجلد بارہ روپے آٹھ آنے)۔

**معارف الحدیث** از مولانا منتظری نعمانی احادیث نبوی کا ایک نیا انتخاب اور ترجمہ تشریح کے ساتھ جو اس زمانے کے تعلیم یافتہ مسلمانوں کی ذہنی و فکری سطح کو پیش نظر رکھ کر مرتب کیا گیا ہے۔ لکھائی چھپائی کا غذاب معیار ہی۔ جلد اول مجلد ساڑھے چار روپے۔ جلد دوم مجلد ساڑھے پانچ روپے۔

**صحیفہ ہمام بن منبہ** بخاری و مسلم کا نام مالک سے بھی قدیم وہ کتاب حدیث

جو مشہور صحابی ابو ہریرہؓ نے اپنے شاگردوں میں منبہ کے لئے مرتب کی۔ ہدیہ ساڑھے تین روپے (مجلد ساڑھے چار روپے)۔

**اسماء الرجال (اردو)** اصحاب کرامؓ، تابعینؓ، تابعیات اور ائمہ دین کے صحیح حالات و مزاج کے لئے ہیں۔ کتابت طبعات اور کاغذ سفید محمد۔ مجلد جس پر خوبصورت ڈسٹ کوہ تین رشپے۔

**بستان المحدثین** اشاہ عبدالعزیز محدث، لدوی کی ایمان افزا کتاب کا اردو ترجمہ۔ بلند پایہ محدثین کے حالات اور خدمات و القابات کا پاکیزہ تذکرہ۔ مجلد پانچ روپے۔

**انتخاب صحیح ستہ** حدیث کی چھ صحیح کتابوں کا جسے نسبتاً انتخاب اردو مجلد پانچ روپے۔

**زاد سفر** امام لدوی کی مشہور کتاب حدیث ریاض الصالحین کا باخداوہ ترجمہ۔ مع حواشی و تشریحات دو مجلدوں میں مکمل۔ جلد اول چار روپے۔ جلد ثانی چار روپے۔ ایک ساتھ دو لوں جلدیں ساڑھے سات رشپے۔

**فتنۃ انکار حدیث کا منظور میں منظر** بہت مفصل طبری ایمان افزا کتاب۔ دو حصوں میں مکمل۔ قیمت چھ رشپے آٹھ آنے۔

**نصرة الحدیث** اسد دل اور معلومات آئین۔ قیمت ڈھائی روپے۔

**سنت رسول ص** ایک ڈھائی عالم کی معرکہ الآراء تصنیف کا سلیس اردو ترجمہ۔ مجلد سوا دو روپے۔

**علم الحدیث** فلسفہ علم الحدیث کی عمدہ تحقیق۔ قیمت سوا روپیہ۔

**سوانح اور تذکرے**

**رسول اللہ کی سیاسی زندگی** شہرہ آفاق محقق ڈاکٹر محمد رشید اللہ کے اہم ترین کتاب میں اس کتاب کی تمام خوبیوں کا اجمالی تعارف ممکن نہیں۔ بس مختصر یہ ہے کہ یہ صحفحات میں بیش بہا مشاہیر کی معلومات

خزائن بھرے ہوئے ہیں۔ متعلقہ نقشہ جات اور حضور کے گرامی ناموں کے اصل فوٹو بھی شامل کتاب میں۔ مجلد ساڑھے چار روپے

**حیات ولی** | شاہ ولی اللہ اور ان کے آباؤ اجداد اولاد اور اساتذہ کا تذکرہ۔ مجلد چھ روپے

**حیات امام احمد بن حنبل** | امیر کے مابینہ نازحق ابو زہرہ کی معرکہ آثار کتاب "ابن حنبل" کا تفسیر اردو ترجمہ۔ امام احمد پر یہ اپنی نوعیت کی واحد کتاب ہے۔ قیمت دس روپے۔

**حضرت صدیق اکبر** | از مولانا سعید احمد اکبر آبادی امام لے حضرت ابو بکر صدیق کا نہایت مفصل مہموظ تذکرہ جس میں آپ کے ذاتی حالات و سوانح عظیم الشان کا ناموں، دینی و سیاسی خدمات جلیلہ، اخلاق و کمالات اور عہد صدیق کے تمام چھوٹے بڑے واقعات کے علاوہ اس دور کے اہم دینی، سیاسی، فقہی اور تاریخی مسائل پر بڑی جامعیت اور تحقیق سے سر حاصل بحث کی گئی ہے۔ حق یہ ہے کہ خلیفہ اول پر ایسی حقائق کتاب کم سے کم آدھ میں پہلی بار آئی ہے۔ تفسیر لکھائی چھپائی۔ عمدہ کاغذ ص ۲۸۰ صفحے قیمت سات روپے (مجلد کرچی آٹھ روپے۔ مجلد علی ساڑھے نو روپے)۔

**محمد بن عبدالوہاب** | از مولانا مسعود عالم ندوی۔ بارہویں صدی ہجری کی مشہور مصلح شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب نجدی کی سیرت اور علمی و تحقیقی تصنیف جس میں مشرق و مغرب کے تمام مآخذ کو رسی طرح کنکھال کر غلط فہمیوں اور غلط بیانیوں کی حقیقت واضح کی گئی ہے۔ قیمت دو روپے آٹھ آنے۔

**القاروق** | امیر المؤمنین خلیفہ ثانی سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے حالات و سوانح پر علامہ شبلی کی یہ کتاب دنیا بھر میں مشہور ہے۔ ہر لحاظ سے تفسیر مستند ایمان افروز اور گونا گوں افادیت کی حامل۔ قیمت مجلد چھ روپے۔

**حیات امام ابو حنیفہ یعنی ریحۃ النعمان** | علامہ شبلی کے امام اعظم حضرت ابو حنیفہ کے مفصل حالات زندگی، دلچسپ اور ایمان آروز۔ قیمت تین روپے (مجلد چار روپے)

**حضرت امام ابو حنیفہ کی سیاسی زندگی** | از مولانا گیلانی ساڑھے پانچ سو سے زائد صفحات کی یہ کتاب اپنی موضوع پر بلا حجاب ہے۔ اسلام کا سب سے بڑا اور مستقیم ماہرستانوں ابو حنیفہ جیسا اصل عظیم سیاست جیسا پیچیدہ موضوع اور مولانا مناظر حسن جیسا عالم دانا مصنف۔ اس کے بعد کس تعریف کی ضرورت ہے۔ قیمت مجلد بارہ روپے۔

**آزادی کی کہانی خود آزادی کی زبانی** | بروایت سراج آبادی مولانا ابوالکلام آزاد کی مفصل داستان حیات۔ قیمت مجلد چھ روپے۔

**رد شرک بدعت**

**تجلیات عثمانی** | شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی کی علمی زندگی کے مفصل حالات آپ کے علم تفسیر حدیث، فقہ، کلام، منطق، فلسفہ، مناظرہ، تقریر اور فادسی، عربی ادب اور سیاسیات پر سیر حاصل تبصرہ بڑے علم صفحات۔ جلد پر حسین سرنگار گروپوش قیمت مجلد ساڑھے

**تقویۃ الایمان (اردو)** | شاہ اسماعیل شہید کی وہ مشہور اثرات کتاب جس نے اہل بدعت میں پھیل ڈالی۔ چار روپے (مجلد پانچ روپے)

**سیرت اشرف** | حکیم الامت مولانا اشرف علی کی مفصل سیرت صفحات ۷۱۵ قیمت مجلد بارہ روپے۔

**الشہاب الثاقب (اردو)** | بدعات کے رد میں ایک مفید کتاب۔ پونے دو روپے

**کتاب التوحید** | شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب نجدی کی تفسیر کتاب قیمت مجلد تین روپے

تجلیات عثمانی کی تفصیلی سیرت

**کتاب الوسیلہ** شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ کی مشہور زمانہ تصنیف کا اردو ترجمہ شریک بدعت کے رد میں منظر کتاب

**بدعت کیلئے؟** مولانا عامر عثمانی اور تین دیگر حضرات کے مضامین کا مجموعہ جو شریک و بدعت اور توحید و سنت کے فرق و امتیاز پر لیا جواب مواد پیش کرتا ہے قیمت مجلد تین روپے

**رد عقائد بدعیہ** رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عاصی نہ تھا یا نہیں؟ اس پر مفصل و مدلل بحث قیمت ایک روپیہ (مجلد ڈیڑھ روپیہ)

**شاہ اسماعیل شہید اور معاندین** حضرت اسماعیل شہید پر اہل بدعت کے پھانسی الزامات کا کافی شافی رد قیمت ڈیڑھ روپیہ (مجلد دو روپے)

قیمت ڈیڑھ روپیہ (مجلد دو روپے)

**تصانیف شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ**

**حجتہ اللہ البالغہ** یہ ضخیم کتاب علوم و معارف کی کان دو جلدوں میں مکمل قیمت مجلد بیس روپے

**خیر کشیر** شاہ ولی اللہ کی مشہور کتاب الخیر المکذوب کا اردو ترجمہ قیمت مجلد ساڑھے تین روپے

**فیوض الحرمین** شاہ ولی اللہ کے مناسبات و آثارات قیمت مجلد ایک روپیہ بارہ آنے

**سیرۃ رسول** از شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ رسول اللہ کی خصوصیات و اخلاقیات سیلانہ اور نسبی و نسبی رشتہ داروں کی تحقیق و تفصیل تیرہ جلدیں اور عام حجم قیمت بارہ آنے

نساؤ کی حقیقت (از مولانا منظور نعمانی) بارہ آنے

**تصانیف مولانا اشرف علی تھانوی**

**اصلاح الرسوم** مسلمانوں میں رائج رنگ برنگی و رسموں کی شرعی پوزیشن کیا ہے؟ اس کا حقیقی جواب قیمت مجلد نوے دو روپے

**حیات المسلمین** مسلمان کی زندگی کیسی ہونی چاہئے وہ کن چیزوں سے بچے اور کن چیزوں کو اختیار کرے۔ مجلد نوے دو روپے

**تعلیم الدین** دین کی تعلیم سے متعلق عمدہ تنبیہات و معلومات پر مشتمل۔ مجلد نوے دو روپے

**نشر الطیب** سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت بڑی بڑی مجلدات کا مجموعہ تین روپے

**دعوات عبدیت** مولانا اشرف علی کے چند مواعظ کا مجموعہ جو عرصہ سے نایاب تھا اس کتاب میں حصے مکمل ہو چکے ہیں ہر حصہ مجلد اور ہر حصہ کی قیمت الگ الگ آگے

**عقائد و فقہ**

**بہشتی زیور** مولانا اشرف علی کی وہ مشہور آفاق کتاب جو روزِ جزا کے تمام دینی مسائل کے علاوہ سیکڑوں مفید مضامین پر مشتمل ہے۔

قسم اول مکمل مدلل، مجلد پندرہ روپے۔ قسم دوم غیر مدلل مجلد سات روپے۔ دونوں قسموں میں فرق یہ ہے کہ قسم اول میں توضیح پر غریب کتب کے جو اسے تھے گئے ہیں اور قسم دوم میں حاشیہ نہیں ہے۔ (اصل مضمون دونوں کا ایک ہے) زمانہ حاضر کی سلیس و شگفتہ زبان میں لکھی گئی

**اسلامی فقہ** مفید ترین کتاب۔ حصہ اول بھارت، خانہ روزہ اور صدقہ فطر وغیرہ کے جملہ ضروری مسائل پر مشتمل ہے۔ قیمت ڈھائی روپے۔ حصہ دوم زکوٰۃ اور حج کے مسائل کو حاوی ہے۔ قیمت ایک روپیہ پانچ آنے۔

**دین کی باتیں** اسلام، ایمان، عمل، فرائض، ارکان اسلام، اخلاق، حقوق، سیاست اور خدمت (بقدر لکھے صفحے پر دیکھئے)

تمام تصانیف مولانا اشرف علی تھانوی کے ہیں جن کی قیمتیں درج ہیں۔

**مشارك الانوار مترجم**

بخاری و مسلم کی صرف لی اجادیت کا نفیس انتخاب - ترتیب فقہی ابواب پر ہے جس سے یہ معلوم کرنا بہت آسان ہو جاتا ہے کہ کونسا مسئلہ کس حدیث سے نکلا ہے۔ ترجمہ کے ساتھ تشریح بھی ہے اور عربی متن بھی۔ ہدیہ خوردہ ہے۔ جلد نختہ شہدویشے۔

**بلوغ المرام**

مشہور امام فن حافظ ابن حجر کی یہ کتاب کتب معتبرہ سے منتخب کئے ہوئے دینی احکام کا بیش بہا مجموعہ ہے۔ ترجمہ مع عربی متن۔ ہدیہ جلد آٹھ بیسٹے۔

**ابن ماجہ (اردو)**

صحاح تہ کی کتاب ابن ماجہ کا مکمل اور نفیس ترجمہ۔ شائقین حدیث کے لئے نادر تحفہ۔ صفحات ۶۶۶۔ ہدیہ جلد بارہ روپے۔

**مسند امام عظیم**

(مع ترجمہ فوائد) فرمودہ احادیث کا مجموعہ جس میں مولانا عبد الرشید نعمانی کا بہترین معلومات افزا مقدمہ بھی ہے۔ قیمت جلد آٹھ روپے۔

**ترجمان السنۃ**

احادیث کی بہترین تفہیم و تشریح پر مشتمل اردو زبان میں ایسی شرح کی واحد کتاب، اشتهار میں اس کی خوبیوں کا اجمالی تعارف بھی مشکل ہے۔ بس دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے اس کی خریداری آپ کے روپے کا بہترین مصرف ہوگا۔ جلد اول دس روپے (مجلد بارہ بیسٹے) جلد دوم نو بیسٹے (مجلد گیارہ بیسٹے) جلد سوم دس بیسٹے آٹھ آنے (مجلد بارہ روپے آٹھ آنے)۔

**معارف الحدیث**

از مولانا منظر نعمانی احادیث نبوی کا ایک جامع انتخاب اردو ترجمہ و تشریح کے ساتھ جو اس زمانے کے تعلیم یافتہ مسلمانوں کی ذہنی و فکری سطح کو پیش نظر رکھ کر مرتب کیا گیا ہے۔ لکھائی چھپائی کا غائب معیار ہی۔ جلد اول جلد ساڑھے چار روپے۔ جلد دوم جلد ساڑھے پانچ روپے۔

**صحیفۃ ہمام بن منبہ**

بخاری و توطا امام مالک سے بھی قدیم یہ کتاب حدیث

جو مشہور صحابی ابو ہریرہ نے اپنے شاگرد بن منبہ کے لئے مرتب کی۔ ہدیہ ساڑھے تین روپے (مجلد ساڑھے چار روپے)

**اسما الرجال (اردو)**

اس میں ایک ہزاریت زائر صحابہ اور احمد دین کے صحیح حالات و وجہ کئے گئے ہیں۔ کتابت طبع اور کاغذ سفید عمدہ۔ جلد جس پر توجہ صورت ڈسٹ کوڑتین بیسٹے۔

**بستان المحدثین**

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی ایمان افروز کتاب کا اردو ترجمہ۔ پندرہ بیسٹے کے حالات اور خدمات و القابات کا ایک بڑا ذخیرہ ہے۔

**انتخاب صحاح ستہ**

حدیث کی چھ صحیح کتابوں کا جسے جبرتا انتخاب اردو مجلد پانچ روپے

**زاد سفر**

کا نام لودھی کی مشہور کتاب حدیث ریاض الصالحین کا باخوارہ ترجمہ۔ مع حواشی و تشریحات دو جلدوں میں مکمل۔ جلد اول چار روپے۔ جلد ثانی چار روپے۔ ایک ساتھ دونوں جلدیں ساڑھے سات بیسٹے۔

**فتنۃ انکار حدیث کا منظور و منظر**

ایمان افروز کتاب۔ دو حصوں میں مکمل۔ قیمت چھ بیسٹے آٹھ آنے

**نصرة الحدیث**

ایک شاہی عالم کی معرکہ الارار تصنیف کا سلیس اردو ترجمہ۔ جلد سوادو روپے

**سنت رسول**

علم الہی ریت کا فلسفہ علم الحدیث کی عمدہ تحقیق۔ قیمت سوارو بیسٹے۔

**سوانح اور تذکرے**

**رسول اللہ کی سیاسی زندگی**

شہرہ آفاق محقق ڈاکٹر محمد امجد اللہ نے لکھی۔ اشتهار میں اس کتاب کی تمام خوبیوں کا اجمالی تعارف ممکن نہیں۔ بس مختصر یہ ہے کہ یہ صحیفہ میں بیش بہا سنامین معلومات

**حکایات صحابہ**

صحابی مہرؤں اور عورتوں وغیرہ کے سبق آموز واقعات جن کے معاملہ سے روح تازہ اور سینہ کشادہ ہوتا ہے۔ تمام اول مجلد میں بیچے۔

**تحریک انخوان المسلمین**

مصر کی مشہور اسلام پسند جماعت "انخوان المسلمون" جس کے کئی رہنماؤں کو پھانسیاں دی گئیں۔ کیسا ہے؟ اس سوال کا معتبر اور مفصل جواب حاصل کرنے کیلئے مصر کے محمد شوقی کی یہ قابل اعتماد کتاب ملاحظہ فرمائیے جس کا سلیس اردو ترجمہ سید رضوان علی نے کیا ہے۔ مالک عربیہ سے قوی واقفیت رکھنے والے مشہور عالم اور عربی ادب کے ماہر مولانا سید ابوالحسن ندوی اپنے پیش لفظ "میں لکھتے ہیں کہ میرے علم میں اس موضوع پر سب سے زیادہ پُرانہ معلومات اور خوش سلیقہ ہی کتاب ہے۔ اس کتاب سے انخوان کی قوت عمل، حسن تنظیم اور کارکردگی کی صلاحیت کا خوب اندازہ ہوتا ہے (قیمت مجلد تین روپے)

**عہد نبوی کے میدان جنگ**

شہید محقق ڈاکٹر محمد حمزہ اللہ کی وہ کتاب جو فوج اور دیگر زبانوں میں بھی بے شمار بھی۔ عجیب کتاب ہے متعلقہ لفظ اور بزرگ خستہ آحاد اور دیگر تاریخی مقامات کے ۳۲ فوٹو بھی منسلک ہیں۔ ڈیڑھ روپیہ۔ (مجلد دو روپے)

**اسوہ حسنہ**

احمد علی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مقدسہ پر ایک نفیس کتاب جسے پڑھ کر باطل شکنی اور حق دوستی کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ اس میں بعض ایسی مفید باتیں ملیں گی جو عام طور پر کتب سیرت میں نہیں ملتیں۔ قیمت سو اور دو روپے (مجلد سو تین روپے)

**رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے**

انسانان عالم خوب حکمرانوں کی تباہی سرزد اور دور و عمل کے نام دربار رسالت کی خط و کتابت اور معاہدات ضروری شریعت اور اصل خطوط کے فوٹو بھی شامل ہیں۔ قیمت دو روپے چار آنے۔

**مکتوبات و معاہدات**

معاہدات ضروری شریعت اور اصل خطوط کے فوٹو بھی شامل ہیں۔ قیمت دو روپے چار آنے۔

**اسلام کی اخلاقی تعلیمات**

ان اسلامی تعلیمات کی تفصیل چوہدری روز مرہ کی ضرورت کی حیثیت رکھتی ہیں۔ قیمت سو اور دو روپے۔

**حدیث اور قرآن**

(از مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی) حدیث کا تعلق قرآن سے کیا ہے۔ دین میں حدیث کو کیا حیثیت حاصل ہے۔ رسالت کسے کہتے ہیں اور اس کے تقاضے کیا ہیں؟ اس طرح کے سوالات کے حل نشین اور مدلل جوابات، منکرین حدیث کا بہترین رد۔ یہ کتاب فارض تبلیغی نقطہ نظر سے چھاپی گئی ہے۔ چنانچہ سفید کاغذ کے ڈیڑھ سو صفحات کی قیمت صرف بارہ آنے۔ شامل کتب

**مصباح اللغات**

عربی اردو لغت کی عظیم الشان کتاب پچاس ہزار سے زائد الفاظ کی شرح

**کریم اللغات**

عربی و فارسی کے جو محاورات اور الفاظ اردو میں رائج ہیں ان کی بہترین اردو تشریح، یہ لغت عمدہ اردو لکھنے اور سمجھنے میں بہت مدد دیتی ہے (قیمت دو روپے) (مجلد ڈھائی بیچے)

**کتاب الصلوٰۃ**

مولانا منظور نعمانی کی وہ مقبول کتاب ہے جو آج کل کے اشرافیہ حالات بھی شامل کئے گئے ہیں۔ (مجلد ڈیڑھ روپیہ)

**اس کیسے کریں**

مولانا منظور نعمانی کی وہ مقبول کتاب ہے جو آج کل کے اشرافیہ حالات بھی شامل کئے گئے ہیں۔ (مجلد ڈیڑھ روپیہ)

**فیصلہ کن مناظرہ**

معرکہ الآرا کلام۔ دودھ کا دودھ پانی کا پانی۔ (مجلد ڈیڑھ روپیہ)

تذکرہ حدیث، مولانا منظور نعمانی کی سیرت اور تصنیف، معجزات کا خزائن، عقائد اور سیرت، مجلد سولہ روپے

**تحقیق اسمِ عظیم** اس مختصر کتاب میں حدیث اور تصوف کی کتابوں سے اسمِ عظیم کی تحقیق کی گئی ہے اور مجرب عملوں کا بیان بھی ہم دستہ سے۔ قیمت صرف چھ آنے

**سراپائے رسول** اس مقدس کتاب میں آنحضرت کی ذاتِ گرامی کے تمام ہی گوشوں کی معتبر روایات و روایں سے سامنے لایا گیا ہے۔ اٹھنا بیٹھنا، کھانا پینا، سونا جانا، پونا مسکرانا، معاملات، اخلاق، عادات، مرغوب۔ غرض آنحضرت کا تمام کا تمام سراپا الفاظ کی صورت میں پیش کیا گیا ہے۔ پیش لفظ سید ابوالاعلیٰ مودودی کا ہے۔ چودہ آنے

**اسباب زوال امت** علامہ امیر شکیب ارسلان کی معرکہ الآراء تصنیف۔ جلد ڈیڑھ

**اردو کا مقدمہ** اردو کے بارے میں ادیبوں، مشاعروں، سہارجی کارکنوں، سیاسی لیڈروں اور اہل علم و فضل کی شہادتوں پر مشتمل دلچسپ ڈرامہ جو چار لطف ہونے کے ساتھ ساتھ اردو کے حق میں دستاویزی حیثیت رکھتا ہے ایک حقیقت عامر عثمانی کی مفصل تصدیق۔ قیمت دس آنے۔

**مشہور اسلام پسند ادیب اسد کیلانی کی تین کتابیں**

**تحریک مجاہدین کا انقلابی پہلو** حضرت سید احمد یونی تحریک اقامتِ دین پر بہترین کتاب۔ جلد تین روپے۔ بعض دلچسپ اور مقبول مضامین کا مجموعہ۔ قیمت جلد سواتین روپے

**آدم کے تین بیٹے** افسانوی انداز میں تحریک اقامتِ دین کی جھلکیاں۔ پونے دو روپے

**صراطِ مستقیم** اسماعیل شہیدِ دہلیت کا جلد سے۔

**اشرف الموعظ** مولانا اشرف علی تھانوی کے غظوں کا مجموعہ کل چار حصے جلد دو اور دو روپے (شہ)

**مولانا مودودی اور تصوف** مولانا شیخ احمد کا ایک معرکہ الآراء مبسوط مقالہ کتابی شکل میں پبلشر کے "تعارف" ناشر نقادری کے پیش لفظ اور مولانا عامر عثمانی کے مقدمے سے مزین ہے۔ قیمت ڈیڑھ روپیہ۔ اب بھی مل سکتا ہے۔

**تعلیم الاسلام** بچوں اور کم بڑھے لکھے لوگوں کا انتہائی دینی تعلیم پر بہترین کتاب۔ چھپائی علمی قیمت مکمل چھ روپے ایک روپیہ چھ آنے (جلد دو روپے)

**اشتر کبیت روس کی تجربہ گاہ میں** اشتر کبیت کی ایک تحقیق کتاب۔ قیمت تین روپے۔

**تجلی کا خاص نمبر** ایمان و عمل کے مسئلہ پر تفصیلی تحقیق کا مجت۔ نذر و نیاز، فاتحہ و غرس اور سماج موتی وغیرہ کا جائزہ وغیرہ اسی میں مولانا شیخ احمد کا مشہور مقالہ "مولانا مودودی اور تصوف" بھی شامل ہے۔ قیمت ڈیڑھ روپیہ۔

ذرا۔ تنہا ہی رنگا رنگ تو مٹی آرد سے ایک روپیہ گیارہ بھی دیکھے۔ وی بی طلب کریں گے تو دو روپے چھ آنے خرچ ہو جائیں گے۔ منیجر مکتبہ تجلی

**احسن الصلوٰۃ** نماز و وضو، تیمم اور غسل کے فائدہ، اشتر کبیت اور اجابت سمن، استجابات اور مفیدات اور مکروہات کو نہایت وضاحت سے درج کیا گیا ہے۔ صفحہ 11

**رحمۃ اللعالمین** ابو مسلم کی دلیل شہادتوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و طہارت کا ثبوت صحیفہ کتب میں آنے

**محکمات** قرآن کی بعض آیات اور انکی تفسیر نہ علامہ عبداللہ العبادی کا عالمانہ تبصرہ و محاکمہ۔ دو روپیہ بارہ آنے